دنیا کی مختلف قوموں اور مذہبوں کے فضلاء اور مشاہیر کی رائیں اور اُن کے اعترافات کو جمع کر دیا گیا ہے، خدا کا دین برحق انسانوں کی تحسین و تنقیص سے بے نیاز ہے، اُن کی تحسین و آفرین سے نہ اس کی حقیقی عظمت مین کوئی اضافہ ہوتا ہے، اور نہ ان کی تنقیص سے اس مین کوئی کمی آتی ہے، اس لئے اسلام کے متعلق ان رایوں کی کوئی وقعت نہین لیکن الفضل ما شہدت بہ الاعداء کے اصول پر البتہ ان کی کچھ قیمت ہو سکتی ہے، یا جن لوگون کو دوسرون کے اعترافات ہی سے تسکین ہوتی ہے، اس کتاب مین ان کی تشفی کا پورا سامان موجود ہے، فاضل مؤلف کا جذبۂ خدمتِ دین بہرحال لائق ستایش ہے،

تحلیل نفسی اور تعبیر خواب از جناب عبدالحی جمیل صاحب علوی ایم اے صدر شعبہ نفسیات ٹریننگ کالج کابل تقطیع اوسط ضخامت ۱۴۴ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد عہ/ پتہ:۔ اشاعت ایجوکیشنل سپلائی کمپنی، عابد روڈ حیدرآباد دکن،

سگمنڈ فرائڈ نفسیات کی شاخ تحلیل نفسی کا بڑا عالم تھا، اس کے نظریہ کے مطابق انسان کے بیشتر جذبات و عواطف کا سرچشمہ خواہش جنسی کی طلب و تکمیل ہے، خواب کو بھی اس نے اسی کا نتیجہ قرار دیا ہے، مصنف نے اس نظریہ کو اس کتاب مین تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، راقم الحروف نفسیات سے بالکل ناواقف ہے، اسلئے فنی حیثیت سے اس کتاب کے متعلق کوئی رائے نہین دے سکتا، لیکن خواب کے متعلق اس نظریہ اور مشرقی بلکہ اسلامی نظریہ مین بڑا فرق ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے خواب دیکھنے والے کے حالات اس کی نفسی کیفیت اور خواب کی نوعیت کے اعتبار سے خواب اور اس کے اسباب اچھے اور برے، مادی اور روحانی دونون طرح کے ہوتے ہین، جو خواب مادی اسباب کا نتیجہ ہون، انھین اضغاث احلام کہا جاتا ہے، لیکن رویائے صالحہ کی حیثیت ایک گونہ روحانی کشف کی ہوتی ہے، لیکن فرائڈ پر جنسیات کا اتنا غلبہ تھا کہ اسے ہر چیز میں اسی کا کرشمہ نظر آتا تھا، تاہم جن لوگون کو اس موضوع سے دلچسپی ہو انھین اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے،

(م)

جلد ۵۸ ماہ ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۶ء عدد ۴

مضامین

مقالات

استفسار و جواب

شذرات

خاکسار تین ماہ کے بعد دارالمصنفین کے کامون کی دیکھ بھال اور معائنہ کے لئے حسب تجویز سابق آیا ہوا ہے اور ایک ہفتہ کے قیام کے بعد بھوپال واپس جائے گا، مجھے اس کے اظہار مین خوشی ہے کہ بحمد اللہ توقع کے مطابق دارالمصنفین کے علمی اور انتظامی کاروبار بدستور سابق چل رہے ہین، نئے رفقاء مطالعہ و تحقیق کے کامون مین مصروف ہین، اور مراسلت و مکاتبت سے وہ اس حقیر سے اپنے لئے مشورے حاصل کرتے رہتے ہین،

تاریخ ہند اور تاریخ اسلام کی اکثر جلدین تیار ہو چکی ہین، مگر کاغذ اور سامان طباعت کی کمیابی اور پریس مین کامون کے ہجوم کے سبب سے ان کے چھپنے مین اندیشہ ہے کہ کافی انتظار کرنا پڑیگا، دوسرے شہرون اور پریسون مین بڑی بڑی کتابون کے چھپنے اور اصلاح سنگ و تصحیح کا انتظام بھی ممکن نہین، اس لئے دوسری جگہون پر بھی چھپنے کا انتظام ناممکن نظر آتا ہے، نئی مشینون کی نایابی کے سبب سے پریس مین بھی اب تک زیر تجویز اضافہ نہ ہو سکا،

خوشی کی بات ہے کہ دارالمصنفین کا سلسلۂ تاریخ اسلام مختلف یونیورسٹیون کے نصاب مین داخل ہو رہا ہے، ان شاء اللہ جب یہ سلسلہ مکمل ہو جائے گا، تو معلوم ہوگا کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح یہ سلسلہ بھی دارالمصنفین کی عظیم الشان علمی و مذہبی خدمت ہے،

دارالمصنفین کو علمی حلقون مین جو فروغ اور استناد حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوگا، کہ مشرقی و ادبی

و تاریخی علوم مین سارے ملک سے اس کی طرف رجوع عام ہے، ڈاکٹریٹ کے مقالون کے امتحان کی خدمت بھی اس کے سپرد ہوتی ہے اور ان علوم مین امتحانات کے پرچون کے ممتحن بھی ہمارے رفقاء ہوتے رہتے ہین،

پچھلے مہینہ دارالمصنفین کے رفقاء سے ملنے اور ان کے علمی کامون مین مشورہ کی خاطر ہماری مجلس کے رکن مولوی عبد الماجد صاحب دریابادی یہان تشریف لائے، اور تین روز قیام فرما کر ان کے کامون مین مناسب مشورے دیکر واپس تشریف لے گئے، امید ہے کہ ان کا یہ سلسلۂ فیض آیندہ بھی اسی طرح اکثر جاری رہے گا،

گاندھی جی نے ۱۹۲۰ء مین جو خواب دیکھا تھا، ۱۹۴۷ء مین اس خواب کی تعبیر ان کو مل گئی، وہی قیدی و زندانی مجرم جو کبھی تختۂ دار کے مستحق تھے، آج تخت حکومت پر متمکن ہین، اور جو کبھی باغی قرار دیئے جاتے تھے، آج انہی کو حکومت کی عنان سپرد کی جا رہی ہے، لیکن یہ تاریخ کا نیا واقعہ نہین، دنیا مین ہمیشہ یہی ہوا ہے اور ہمیشہ یہی ہوتا رہیگا،

اس کے ساتھ اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ اس سے ہندوستان کی سطح مین سیاسی سکون پیدا ہو جائے گا، تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب کریگا، دنیا مین نہ کبھی کسی انقلاب سے سب نے موافقت کی ہے، اور نہ اس پر قناعت کی ہے، کانگریس کے پیچھے پیچھے سوشیلزم کا انقلاب اور اس کے پیچھے کمیونزم کا سیلاب آنے والا ہے، جس طرح کانگریس نے سابق حکام سے آزادی چاہی، اور گویا پائی، اسی طرح آیندہ کانگریسی حکام کے مظالم کے نام سے سوشیلسٹ اٹھین گے اور سوشیلسٹون کے مظالم کے خاتمہ کے لئے کمیونسٹون کا گروہ آگے بڑھے گا،

مجھے اس موقع پر محمد علی مرحوم کا ایک فقرہ یاد آیا، ۱۹۲۰ء کے دسمبر مین گاندھی جی جب سوراج دلا رہے تھے مین نے مرحوم سے کہا کہ مبارک! آپ کی قید و بند کا زمانہ ختم ہو رہا ہے، اب آپ ہی حکمران ہون گے، فرمایا مجھے اطمینان

کہاں نصیب! اب جو فریق برسرِ حکومت آئے گا اس سے لڑنا پڑیگا، اور اب وہ ہم کو قید خانوں میں بھیجا کریگا، موجودہ سوراج کے عہد میں دوسری سیاسی پارٹیوں سے جو سلوک ہوگا یا ہونا شروع ہوا ہے، وہ اس پیشینگوئی کی صداقت کی دلیل ہے، اور یہ طبعی ہے،

اس نقطہ پر سب سے اہم مسئلہ ہندو مسلمانوں کی مصالحت اور مفاہمت کا ہے، اس مصالحت اور مفاہمت کے بغیر ہندوستان میں سکون پیدا نہیں ہو سکتا، اور نہ ہندوستان یہ دعویٰ کر سکتا ہے، کہ وہ کل ہندوستانیوں کی حکومت ہے، بلکہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے انگریزوں کی حکومت تھی، اب کانگریسیوں کی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ملک میں نئے نئے فتنوں اور فسادوں کا پیدا ہونا ہے،

چنانچہ اس کا بدترین مظاہرہ، کلکتہ، ڈھاکہ، بمبئی، احمد آباد، الہ آباد اور آگرہ میں ہوا اور ہو رہا ہے، ہندو ہوں یا مسلمان اُس خونی سیلاب کی رو سے نہ وہ ملک میں کوئی انقلاب کر سکتے ہیں، اور نہ کسی اکثریت کو اقلیت سے بدل سکتے ہیں، نہ اس سے مصالحت کی شرطوں میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے، بنگال کی لیگی وزارت اور بمبئی کی کانگریسی وزارت کے احاطوں میں یکساں بلووں کا ہونا دونوں ہی کے لئے مشکلات کا باعث ہوا ہے،

ریڈیو کی زبان کے متعلق نئی حکومت کے عہد میں جو فیصلہ ہوا ہے اس سے ہندی اور اردو دونوں زبانوں کے دعویدار خوش نہیں ہیں یعنی یہ کہ خبروں کے علاوہ باقی تقریریں یا خالص معیاری ہندی میں ہوں گی، یا خالص معیاری اردو میں، معلوم نہیں، ریڈیو کے بعد عدالتوں اور کونسلوں اور اسمبلیوں اور یونیورسٹیوں اور تعلیم گاہوں کی زبانوں کے متعلق بھی یہی فیصلہ ہوگا، یا اس سے مختلف ہوگا، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس فریق کی جیت ہے کہ جو ملک میں دو زبانوں کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن اس کے اثرات بہت دور تک پہنچتے ہیں، اور ابھی اس پر پوری طرح غور نہیں کیا گیا ہے،

مقالات

ضمیمہ مسئلۂ سود و قمار وغیرہ

الملقب بہ

دافع الضنک عن الانتفاع بالبینک

از

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صدر شعبۂ دینیات ڈھاکہ یونیورسٹی

حامدًا و مُصلیاً، میں گذشتہ مضمون لکھ چکا تھا کہ ایک چھوٹا سا رسالہ نظر سے گذرا جس میں چند تمہیدات کے بعد یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ بنک کا سودی کاروبار جائز ہے، کیونکہ وہ سود ہی نہیں ہے آگے ترقی کرکے فرمایا ہے کہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے،

رسالہ کے مصنف ایک معقولی فلسفی عالم ہیں، اس لئے اُن سے اس کی امید تو فضول تھی کہ وہ تمہیدات میں قرآن و حدیث و فقہ سے بھی کوئی دلیل پیش کرنے کی تکلیف برداشت کریں گے، انھوں نے وہی کیا، جو اُن سے اُمید کی جا سکتی تھی، کہ منطقیانہ و فلسفیانہ رنگ میں اول یہ مقدمہ قائم کیا کہ "اسلام تمدنی مذہب بھی ہے، جیسا کہ تبلیغی مذہب ہے، اور اس کی دلیل میں اسوۂ محمدیہ (علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و التحیۃ) کو پیش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کر دیا کہ حضرت محمدیت میں تبلیغ کی شان کے ساتھ ہی ساتھ تمدن کی شان بھی اتنی روشن ہے، گویا گھٹاؤں میں بجلیاں چمک

رہی ہیں کبھی اچھے سے اچھے کھانا کھا رہی ہیں، اچھے سے اچھا لباس بھی پہن رہی ہیں، بہتر سے بہتر سواریاں ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ جاہ وجلال ہے، بڑی سے بڑی نمود ونمایش ہے، ایک مسلسل طلب اقتدار ہے، لگاتار تحصیل اختیار ہے، تعلیم ہے، تنظیم ہے، تقدیم ہے، تتمیم ہے، اور کیا چیز ہے، ایک پکے دنیادارانہ تمدن میں جو اس ذاتِ طیبہ اور حیاتِ طاہرہ میں مظاہرہ نما نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دلیل کے رد کرنے کی مجھے ضرورت نہیں، یہ خود ہی اپنا رد ہے، جس ذاتِ طیبہ اور حیاتِ طاہرہ کی تمام تر زندگی کی ایک ایک ادا یہ ظاہر کر رہی ہو، کہ یہ نبوت ہے، ملوکیت نہیں، عبدیت ہے شہنشاہی نہیں تکمیلِ احکام الٰہیہ ہے اپنی نمود ونمایش نہیں، اعلائے کلمۃ اللہ ہے، طلب اقتدار نہیں، خدمت خلق اللہ ہے، تحصیلِ اختیار نہیں، اخلاص واحسان ہے، نمود ونمایش نہیں، اس میں پکے دنیادارانہ تمدن کو مظاہرہ نما بتلانا مذہبی فلسفیت اور اسوۂ محمدیہ سے انتہائی ناواقفیت نہیں تو اور کیا ہے،

اس کے بعد دوسرا مقدمہ یہ قائم فرمایا ہے کہ "ربوا یا سود اس لئے حرام ہے کہ وہ جمعیت اور تمدن کو نقصان پہنچاتا ہے، اور انفرادی دولتیت کو ضرر ناک صورت میں بڑھاتا ہے" اس کی بھی کوئی دلیل بیان نہیں کی گئی، محض دعویٰ بلا دلیل پر اکتفا کیا گیا ہے، تیسرا مقدمہ یہ بیان فرمایا ہے، کہ

"بنک جو سود لیتا ہے، وہ سود نہیں، بلکہ اس کی حیثیت کچھ تو حق المحنت کی ہے، یعنی وہ معاوضہ ہے خدام ادارہ کی اس محنت کا جس کے بل پر بنک قائم رہتا ہے، اور چلتا ہے، اور کچھ حق الاعانۃ ہے یعنی وہ معاوضہ ہے ان لوگوں کی اعانت کا جن کے سرمایوں سے بنک قائم ہوتا اور چلتا ہے کیونکہ بنک کے حصہ داروں کا گروہ اس غرض سے بنک کو قائم کرتا ہے کہ علاوہ اس کے سرمایوں کی حفاظت کے دوسروں کی اعانت بھی ہوتی ہے۔"

مگر سوال یہ ہے کہ حرمتِ ربا کی یہ علت کونسی آیت یا کس حدیث سے آپنے سمجھی؟ اور جس دلیل سے آپنے بنک کے سود کو حق المحنۃ اور حق الاعانۃ قرار دیا ہے، اوسی دلیل سے انفرادی ربا کو حق المحنۃ اور حق الاعانت کیوں نہیں قرار دیا جاسکتا؟ فرض کیجئے ایک تاجر کسی کو ہزار روپیہ قرض دیتا ہے، اور

سال بھر کے بعد بارہ سو روپیہ یہ کہکر وصول کرتا ہے کہ یہ دو سو روپیہ میری دکان کے ملازموں کا حق المحنت ہے، جن کی محنت کے بل پر دکان چل رہی ہے، جس کی آمدنی سے میں اس قابل ہوگیا ہوں کہ دوسروں کو قرض دے رہا ہوں تو فرمایئے آپ کس دلیل سے اس انفرادی سود کو بنک کے سود سے الگ کرسکتے ہیں، ؟ تو پھر کیا سود کو ہر حالت میں جائز کیا جائے گا، خواہ انفرادی ہو یا جماعتی ہو، اس کے آپ بھی قائل نہیں، تو یہ علت ہی کیا ہوئی، جو اس صورت کو بھی جائز کر رہی ہے، جسے آپ جائز نہیں مانتے، بلکہ حرام قطعی تسلیم کرتے ہیں" آگے چل کر ربوا کے منافع اور بنک کے منافع میں جو فرق بیان کیا گیا ہے، وہ لفظی فرق کے سوا اپنے اندر کچھ حقیقت نہیں رکھتا، آپ فرماتے ہیں:۔

"الف ربوا کا زائدیہ (منافع) فرد واحد کی شخصی ملک ہوتا ہے، بنک کا زائدیہ (منافع) فرد واحد کی شخصی ملک نہیں ہوتا، اور اس کی تقسیم ایک جماعت میں ہوتی ہے، جو بنک کی مالک اور منتظم ہوتی ہے، اور اس سے جمعیت کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے، یہی حاصل دفعہ ب کا ہے، کہ ربوا کا زائدیہ صرف شخصی دولت میں اضافہ کرتا ہے، اور بنک کا زائدیہ خود بنک کی اداراتی حیثیت کو مضبوط کرنے کا کام آتا ہے الخ"

"سوال یہ ہے کہ جماعت اور فرد میں فرق کا معیار کیا ہوگا؟ یعنی اگر فرد ایک آدمی کو کہتے ہیں، تو کیا ایک سے زائد کو جماعت کہا جائے گا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ الاثنان فما فوقہما جماعۃ شرعی فتویٰ ہے کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہے، اگر آپ کے نزدیک دو آدمی جماعت نہیں ہوسکتے تو بتلایئے جماعت بننے کے لئے کتنی مقدار ضروری ہے؟ اور جو مقدار بھی مقرر کی جائے، اوس پر دلیل قائم کی جائے، اگر دو کو بھی آپ جماعت مانتے ہیں، تو دنیا میں کوئی سود بھی انفرادی سود نہیں، کیونکہ عموماً ہر سود خوار کے بی بی بچے ہوتے ہیں، جن کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں سود کی آمدنی صرف ہوتی ہے، ہر سود خوار کے کچھ ملازم نوکر چاکر بھی ہوتے ہیں، جن کا نفقہ اور خرچ اس کے ذمہ ہوتا ہے،

تو یہان بھی سود کے منافع کی تقسیم ایک جماعت مین ہوتی ہے، اس سے بھی فرد واحد کی نہین، بلکہ جمعیت کی دولت مین اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بی بی بچے غنا اور افلاس مین اس کے تابع ہین، اگر باپ غنی ہے تو اولاد بھی غنی کہلاتی ہے، شوہر غنی ہو تو بی بی بھی غنی ہوتی ہے، اس کے مرنے کے بعد وہی اس کی دکان اور جملہ املاک کے وارث ہون گے، اب بتلایا جائے، کہ اس مین اور بنیک کے منافع مین کیا فرق ہوا؟ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے،

"ج ربوا کا زائدیہ (منافع) اس سرمایہ کا پھل ہوتا ہے، جو تجارت نہین کرتا، اس لئے وہ خالص زر کا معاوضہ ہوتا ہے، اور بنیک کا زائدیہ (منافع) اس سرمایہ کا نتیجہ ہوتا ہے جو تجارت کرتا ہے اس لئے وہ خالص زر کا معاوضہ نہین ہوتا، بلکہ تجارت کا بھی معاوضہ ہوتا ہے، اگرچہ بالواسطہ ہوتا ہے"

مگر سوال یہ ہے کہ اگر فرد واحد بھی تاجر ہو اور وہ کسی تاجر ہی کو قرض دیکر زائد رقم لے، تو اس کو ایسے سرمایہ کا پھل کیون نہین کہا جائے گا، جو تجارت کرتا ہے، تو چاہئے کہ ہر تاجر کو اپنی تجارتی رقم قرض دینے پر زائدیہ وصول کرنے کا حق ہو، خواہ فرد ہو یا جماعت کیونکہ دونون جگہ یہ علت موجود ہے، کہ یہ زائدیہ خالص زر کا معاوضہ نہین بلکہ تجارت کا معاوضہ ہے پھر فرماتے ہین:-

"د ربوا کا زائدیہ (منافع) ایسے کاروبار کا معاوضہ ہوتا ہے، جو محنت کو غائب کر دیتا ہے، اس لئے وہ جمعیت اور محنت کے لئے قاتل کی حیثیت رکھتا ہے، بنیک کا زائدیہ (منافع) ایسے کاروبار کا معاوضہ ہے، جو سرمایہ کے ساتھ ساتھ محنت کو بھی لپیٹے ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ تجارت کو بھی حاوی ہوتا ہے"

یہان بھی وہی سوال ہے کہ اگر انفرادی ربوا مین بھی فرد واحد تاجر ہو تو اس کا زائدیہ بھی سرمایہ کے ساتھ ساتھ محنت کو لپیٹے ہوئے ہے، کیونکہ وہ بھی تجارت کو حاوی ہے، پھر محنت کا انحصار تجارت ہی مین

کیون ہے؟ کیا زراعت اور حرفت محنت نہین؟ پس اگر فرد واحد زراعت پیشہ ہو یا اور کسی قسم کی صنعت وحرفت مین مشغول ہو اور اس کا سرمایہ بھی محنت کو ساتھ ساتھ لپیٹے ہوئے ہے، تو کیا آپ اس کے قائل ہون گے، کہ ہر فرد واحد جس کا سرمایہ محنت سے حاصل ہوا ہو، زراعت سے یا کسی صنعت وحرفت وغیرہ سے اس کو اپنی رقم قرض پر چلا کر سود لینا جائز ہے؟ یقیناً آپ اس کے قائل نہین ہو سکتے، اس لئے یہ دلائل سراسر لغو ہین، جو انفرادی اور جماعتی ہر قسم کے سود کو جائز کر رہے ہین، پھر ان تمام مقدمات سے آپ نے صرف ایک ہی پہلو کو ثابت کیا ہے کہ بنیک کو ان لوگون سے سود لینا جائز ہے، جو بنیک سے قرض لین، دوسرا پہلو ابھی باقی ہے، کہ جو لوگ بنیک مین رقم جمع کر کے اس سے سود لیتے ہین، ان کو بنیک سے سود لینا کیون جائز ہے، کیونکہ یہ رقم جمع کرنے والے نہ سب تاجر ہوتے ہین، نہ سب کا سرمایہ تجارت کا پھل ہوتا ہے، بلکہ وہ تو اسی کو تجارت سمجھتے ہین، کہ بنیک مین رقم جمع کر دو، اور اس سے سود لو اور یہ سود لینے والے افراد ہی ہوتے ہین جس سے فرد ہی کی دولت مین اضافہ ہوتا ہے نہ کہ جماعت کی دولت مین" اب اگر آپ اس پہلو کو بھی جائز کہین تو مقدماتِ مذکورہ سب باطل ہو جائین گے اور اگر اس کو حرام کہین تو بنیک چل ہی نہیں سکتا، اس صورت مین آپ کی تصنیف کا سارا قلعہ ہی منہدم ہو جائے گا"

آگے چل کر آپ نے ربا دی کاروبار (یعنی انفرادی سود) اور بنیک کے کاروبار مین اور بھی اصولی فرق بیان کئے ہین، مگر وہ بھی سب کے سب اس صورت مین باطل ہو جاتے ہین، جب کہ ربا دی کاروبار کرنے والا ایک بڑے کنبہ کا سرپرست ہو، اس کے سب لڑکے اور بھائی بند اس کی دکان یا زراعت مین لگے ہوئے ہون، تو وہ بھی یہ دعوی کر سکتا ہے کہ میرا سودی کاروبار محنتی، تجارتی، زراعتی، جمعیتی مزاج کو قوی کرتا ہے، اور میرا کاروبار بھی اپنے اسامیون کو خوشحال بناتا ہے، اس لئے کہ وہ ذہنی محنتی تجارتی، زراعتی شان کا عکس ان پر ڈالتا ہے، واللہ یہ عکس ڈالنے کی بھی ایک ہی کہی، اگر علل شرعیہ اسی کا نام ہے تو آپ نے علت کو بھی بدنام کیا، اور شریعت کو بھی، اس کے بعد فرماتے ہین کہ

بینک چند وہ مستقل فائدے بھی رکھتا ہے، جن کو جمعیت اور تمدنیت کسی طرح چھوڑ نہین سکتی،

مثلاً (۱) بینک تجارت کو منظم، مرتفع اور سہل بناتا ہے، اور اس سے تجارت غیر معمولی ترقی کرجاتی

ہے (۲) بینک سرمایون کو گردش دینے کا موثر ترین آلہ ثابت ہوا ہے (۳) بینک دولتون

کی بھی کفالت کرتا ہے، چوری اور ڈاکہ زنی کے جرائم مین تخفیف پیدا کرتا ہے (۴) بینک

ملازمتون کا ایک نیا وسیع صیغہ کھول کر وسیلۂ معاش کی فہرست مین ایک نیا باب کھولتا ہے،

اور اس حساب سے بیکاری و بے معاشی مین بڑی تخفیف پیدا کردیتا ہے؛

مگر سوال یہ ہے کہ یہ فوائد بذاتِ خود علت ہین، کہ جہان یہ فوائد پائے جائین، وہ کاروبار جائز

ہوگا یا پہلے ہر کاروبار کا جواز مستقل دلیل سے ثابت کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ان فوائد پر نظر

کی جائے گی؟ اگر دوسری صورت ہے تو آپ کو اولاً مستقل دلیل سے بینک کے کاروبار کا جواز ثابت

کرنا چاہئے، مگر مین دکھلا چکا ہون کہ آپ کے سب مقدمات کمزور اور نہایت ہی بودے ہین، جن سے

بینک کے کاروبار اور ربا دی کاروبار مین اصلاً فرق ثابت نہین ہوتا، اور اگر پہلی صورت ہے تو یہ سارے

فوائد شراب فروشی مین بھی موجود ہین، شراب کی تجارت آج دنیا مین تمام تجارتون سے بڑھی ہوئی ہے،

اس سے تجارت کو بڑا فروغ اور عروج ہورہا ہے، وہ بھی سرمایون کو گردش دینے کا موثر ترین آلہ ثابت

ہوا ہے، کہ ہر سال ہندوستان سے کروڑون روپیہ انگلستان اور امریکہ پہونچ جاتا ہے، شراب کی تجارت

سے ملازمتون کا بھی وسیع صیغہ کھل جاتا ہے، محکمۂ آبکاری مین جاکر دیکھئے، اتنے ملازم اور مزدور کام

کرتے ہین، جو شاید کسی بینک مین بھی نہ ہون گے، آپ کہین گے کہ شراب سے جرائم مین تخفیف نہین ہوتی،

مین کہتا ہون کہ بینک سے بھی جرائم مین تخفیف نہین ہوتی، کیونکہ جو لوگ بینک مین روپیہ جمع کرکے

سود لیتے ہین، ان مین جمود اور تعطل پیدا ہوجاتا ہے، وہ اسی سود کے سہارے بیکار زندگی گذارتے، اور

ہزارون جرائم کا ارتکاب کرتے اور مسلسل کرتے رہتے ہین، اگر یقین نہ آئے، تو ضلع سورت کے دیہات مین

جاکر اُن سیٹھون کی اولاد کا حال دیکھ لیجئے، جن کے بزرگون نے بینک مین روپیہ جمع کردیا ہے، اور یہ نوجوان

اس کے سود پر زندگی گذارتے، اور دن رات کھیل تماشون یا بدمعاشیون مین منہمک رہتے ہین اگر وہ

بینک مین روپیہ جمع نہ کرتے، تو کچھ مدت مین سرمایہ ختم ہوجاتا، اور ان کے جرائم بھی بند ہوجاتے، مگر اب

سرمایہ محفوظ ہے، سود آرہا ہے، اور اُن کی رنگ رلیان روز بروز ترقی پذیر ہین، اسی طرح چورون سے

پوچھئے تو وہ چوری مین بھی وہی منافع بتلائین گے، جو آپ نے بینک کے کاروبار مین گنائے ہین، وہ

کہتے ہین کہ چوری سے زیادہ سرمایہ کو گردش دینے والا کوئی بھی موثر آلہ نہین، روزانہ سرمایہ ادھر

سے ادھر گردش کرتا رہتا ہے، اور چوری سے زیادہ کوئی کاروبار بھی محنتی کاروبار نہین راتون کو جاگنا

اور کسی کے گھر مین گھسنا جس قدر ہمت اور محنت چاہتا ہے، ظاہر ہے، بینک اگر تجارت کو ترقی دیتا ہے،

تو چوری سے ملازمتون کا صیغہ وسیع سے وسیع تر ہورہا ہے، ملک مین جس قدر واردات چوری کی زیادہ

ہون گی، اسی قدر پولیس کی بھرتی زیادہ ہوگی" اور ہندوستان کے تاجرون سے پوچھئے تو ان کے

نزدیک ترقی تجارت کا سبب جنگ سے زیادہ کوئی بھی نہین، جنگ کے زمانہ مین ادنیٰ سے ادنیٰ تاجر

لکھ پتی اور کروڑپتی بن گیا، ٹھیکہ دارون نے اس قدر کمایا کہ جنگ والون نے اُن کے مقابلہ مین کچھ

نہین کمایا، اگر یہ فوائد خود اپنی ذات سے علتِ جواز بن سکتے ہین، تو چوری شراب فروشی، اور ناحق

کی جنگ کو بھی جائز قرار دینا چاہئے،

اور یہی جواب ہے اس سخت قباحت کا جو کاروبار بینک کی تحریم مین آپ نے دکھلائی ہے کہ

"غیر مسلم قومین تو اسلام[1] کے اس فتویٰ تحریم کی بالکل پروا نہ کرنے کے سبب بینک کے کاروبار

کو پوری قوت اور شدت سے استعمال کررہی ہین، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی قومی دولتین

---

[1] یہان سچی بات قلم سے نکل ہی گئی، کہ کاروبار بینک کی تحریم اسلام کا فتویٰ ہے، علمائے اسلام کی من گھڑت نہین، جیسا بار بار آپ کے قلم سے نکل رہا ہے، جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، ۱۲"

ان کو بھی سیلاب اور بیابانی آگ کی مانند لگاتار تیزی سے آگے بڑھاتی جائین گی، اور اس کے مقابل مسلم قوم کی قومی دولت روز بروز تنزل کرتی جائے گی، اس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ مسلم قوم ایک دن میدان مالیات مین صفر بن کر رہ جائے گی، اور اس کے بعد اس کی مکمل بربادی قطعی بن جائے گی؛"

پھر آگے اس کا علاج تجویز فرمایا گیا ہے، کہ

"جب اس شدید ترین قباحت کا کوئی دوسرا علاج نہین ہے، سوائے اس کے کہ بنک کے ذریعہ دولت آفرینی مین تیز ترین اور غیر معمولی اضافہ کیا جائے، تب یہ ایک حقیقت ہی بنک کے کاروبار کو کروڑون شبہات کے باوجود جائز ثابت کرنے کو بالکل کافی ہوگی، اگرچہ جائز بدرجۂ کراہت ہی کیون نہ ہو"

مگر سوال یہ ہے کہ کیا غیر مسلم قومون کی ترقی مال کا واحد ذریعہ صرف بنک کا کاروبار ہے؟ کیا ربادی کاروبار (انفرادی سود) سے ان کو ترقی نہین ہو رہی ہے؟ جو لوگ بنک قائم کرتے ہین، کیا ذہپیے ربادی کاروبار سے ترقی نہین کرتے، کیا ہندوستان کی بنیا قوم کا ہر فرد ربادی کاروبار سے ترقی نہین کر رہا ہے؟ اور فلسفۂ اجتماع کا مسئلہ ہے، کہ افراد ہی سے جماعت بنتی ہے، جب ان کے افراد ترقی کر رہے ہین، تو جماعت کو خود بخود ترقی ہو رہی ہے، تو کیا اسی دلیل سے آپ ربادی کاروبار کو بھی جائز کر دین گے؟ اور کیا شراب کی تجارت سے یورپ کو ترقی نہین ہو رہی ہے؟ ذرا محکمۂ تجارت کے اعداد و شمار دریافت کیجئے، کہ سب سے زیادہ آمدنی کس تجارت مین ہو رہی ہے"؟ اسی لئے حکومتِ مصر نے باوجود اسلامی حکومت ہونے کے شراب کی تجارت شروع کر دی ہے، اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ اس سال ہندوستان میں مصر سے لاکھون روپے کی شراب آئی ہے، افسوس حکومتِ مصر کی اسلامی غیرت کو کیا ہو گیا؟ اور کیا سینما اور فلم سازی سے ان کو ترقی نہین ہو رہی ہے، ؟ اگر تحقیق کیجئے گا، تو

معلوم ہوگا کہ بنک کے کاروبار کی اوس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہین جس کا اندازہ ایکٹرسون کی تنخواہون سے لگایا جا سکتا ہے، بنک مین اس قدر تنخواہ کسی ملازم کو بھی نصیب نہین، جتنی وہان ایک ایک ایکٹر کو دی جاتی ہے، تو کیا ان تمام ذرائع آمدنی کو محض اس دلیل سے جائز کر دیا جائے گا، کہ غیر مسلم قومین تو اسلام کی تحریمات کی بالکل پروا نہ کرکے ان ذرائع آمدنی سے سیلاب اور بیابانی آگ کی مانند بڑی تیزی سے مالی میدان مین بڑھتی جا رہی ہین، اور ان کے مقابل مسلم قوم کی قومی دولت تنزل کرتی جا رہی ہے، جس کے نتیجہ مین ایک دن مسلم قوم میدانِ مالیات مین صفر بن کر رہ جائے گی"

استغفر اللہ! اگر یہی ذہنیت ہے تو آگے چل کر آپ کس کس حرام کو جائز کرتے جائین گے؟ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام اور مسلمانون نے دوسری قومون کی ترقی مال و دولت پر نظر کرکے کبھی ان کا ساتھ نہین دیا، بلکہ ہمیشہ ان ناجائز ذرائع آمدنی کے خلاف جہاد ہی کیا ہے، جو دنیا مین رائج تھے، حریت اسی کا نام ہے، اور یہ تو سراسر غلامانہ ذہنیت ہے کہ جن ناجائز طریقے سے دوسری قومین مالیات مین بڑھ رہی ہون، مسلمان اسی طریقہ سے بڑھنا چاہین، اور تاویل و تحریف کے ذریعہ اوس کو جائز کرنے کی سعی کرین، اگر مسلمانون نے اسلام کے ساتھ وہ کیا ہوتا، جو یہود و نصاریٰ نے اپنے مذاہب کے ساتھ کیا کہ

ع زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

تو آج اسلام بھی یہودیت اور نصرانیت کی طرح مسخ ہو کر کچھ کا کچھ بن گیا ہوتا، مگر خدا شاہد ہے کہ ہمارے بزرگون نے زمانہ سازی سے کام نہین لیا، ان کا تو عمل اس پر تھا ؎

گفتند جہان ما آیا بتو می سازد

گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ برہم زن

وہ ہمیشہ زمانہ کے خلاف جہاد ہی کرتے رہے، اور یہی ان کی کامیابی کا راز تھا، مولانا!

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جانورون مین سور سے زیادہ بچے دینے والا کوئی جانور نہین، اور اس کے کھانے والے بھی بہت تھوڑے ہین، اگر دیکھئے پھر بھی بکریون اور بھیڑون کا شمار دنیا مین زیادہ ہے، حالانکہ وہ روزانہ لاکھون کی تعداد مین ذبح بھی ہوتی رہتی ہین، پس آپ یورپ کے کاروبار بنک سے مرعوب نہ ہون، بلکہ مسلمانون کو سادہ زندگی اختیار کرنے، فضول خرچی اور عیش پرستی سے بچنے اور حلال طریقے سے روزی کمانے اور تجارت و تعلیم و صنعت و حرفت کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیجئے، اور جو لوگ مسلمانون مین سرمایہ دار اور تاجر یا زمیندار ہین، ان کو زکوٰۃ و عشر کے باقاعدہ ادا کرنے کی تاکید کیجئے، پھر دیکھئے انشاء اللہ چند ہی دنون مین

یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات، — اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے،

کا منظر کھلی آنکھون نظر آجائے گا، اور اگر ان کامون کے ساتھ سب مسلمانون نے احکامِ الٰہیہ متعلقہ عبادات و معاملات پر بھی عمل شروع کر دیا، تو

لَن یھلِكَ مَعَ اللہِ اَحَدٌ، — اللہ کو ساتھ لے کر ہرگز کوئی ہلاک و برباد نہین ہو سکتا،

کا بھی اچھی طرح مشاہدہ ہو جائے گا، پھر آپ تو کہتے ہین، کہ مسلمان بنک کا کاروبار ترک کرنے سے میدانِ مالیات مین صفر رہ جائین گے، اور سید طفیل احمد صاحب (علیگ) مرحوم ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ ربا کی کاروبار (انفرادی سود) کو ترک کرکے مسلمان تنزل کی طرف جا رہے ہین، اور ایک صاحب یہ کہتے ہین، کہ مسلمان پردہ نسوان کی وجہ سے قعر تنزل مین گرتے جا رہے ہین، دوسری قومون کی عورتین بی اے، ایم اے، کی ڈگریان لے کر ترقی کے میدان مین مردون کے دوش بدوش کھڑی ہین، مسلمانون کی عورتین پردہ کی وجہ سے تعلیم مین بھی پیچھے اور ترقی مال سے بھی محروم ہین، پردہ نہ ہوتا، تو یہ بھی ڈگریان حاصل کرتین،

یا کم از کم سینما اور فلم کمپنیون مین ایکٹرس بن کر ہی ہزارون روپے کی تنخواہ پاتین اور اس طرح یہ قوم بھی مالیاتی میدان مین دوسری قومون کا مقابلہ کر سکتی تھی، مصری مسلمان کہتا ہے کہ مسلمانون کو شراب کی تجارت نہ کرنے سے تنزل ہو رہا ہے، ان کو بھی دوسری قومون کی طرح شراب فروشی کرنا چاہئے فرمایئے کس کی بات مانی جائے؟ حیرت ہے کہ آپ نے بنک کے کاروبار کو صرف جائز ہی نہین، بلکہ واجب بنا دیا ہے، سارے رسالہ مین قرآن سے ایک دلیل بھی پیش کی تو ایسے لغو دعویٰ پر جس کو کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی تسلیم نہین کر سکتا، فرماتے ہین کہ

"وہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ واجب ہے، اس لئے کہ وہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ کے حکم ایجابی کے تحت مین داخل ہے، کیونکہ دولتی قوت بھی ایک قوت ہے، اور برہنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دورۂ دولتیہ مین دولت ہی مرکزی قوت ہے، باقی ساری قوتین اسی قوت کی شاخین ہین،"

ع ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہئے؟

ساری دنیا جانتی ہے کہ دولت کی قوت مین یہودی قوم سب سے آگے ہے، یہودیون کے پاس اتنی دولت ہے کہ سارے یورپ کو خرید سکتے ہین،

اکّالُونَ لِلسُّحت — نمبر اول کے سود خوار ہین،

جو قرآن نے ان کو لقب دیا تھا آج بھی ان پر صادق ہے، مگر کیا دولت کی قوت نے ان کو کچھ بھی عزت دی؟ حاشا و کلّا، وہ آج بھی دنیا مین اسی طرح غلام ذلیل اور خانمان برباد ہین جیسے ہمیشہ سے تھے، یورپ نے ان کو اپنے یہان سے نکال دیا ہے، اور زبردستی فلسطین مین بسانا چاہتا ہے، اور کوئی قوم بھی اس ذلیل قوم کو اپنے ملک مین جگہ دینے کو آمادہ نہین،

مولانا کو تفسیر قرآن کے میدان مین قدم رکھنے سے پہلے حدیث نبوی پر بھی نظر کرنی چاہئے تھی،

حدیث صحیح مین صاف تصریح ہے،

الا ان القوۃ الرمی — سن لو کہ (قوت سے) مراد تیر اندازی ہے

یعنی طاقت اسلحہ،

اس زمانہ مین تیر اندازی سب سے بڑی قوت تھی، اس کا نام لے دیا گیا، آج اس کی جگہ بندوق، ریوالور، مشین گن وغیرہ وغیرہ ہین، قرآن مین اس کے بعد ہے

ومن رباط الخیل ترھبون بہ — اور گھوڑے باندھو جس سے خدا کے دشمن پر

عدو اللہ وعدوکم — اور تمھارے دشمن پر رعب اور ہیبت طاری ہو

اس کا صاف قرینہ ہے کہ من قوۃ سے مراد عسکری قوت اور طاقت اسلحہ ہے، دنیا جانتی ہے کہ اگر کسی قوم کے پاس دولت کے خزانے بھرپور ہون مگر عسکری قوت اور طاقت اسلحہ نہ ہو تو اس سے کوئی قوم بھی مرعوب نہین ہو سکتی، اس کے برعکس اگر طاقت اسلحہ کامل ہو، اور دولت زیادہ نہ ہو تو اس کا سب پر رعب قائم ہو جاتا ہے، یہ کتنی بڑی جرات ہے کہ قرآن کی آیت کو ایسے معنی پر محمول کیا جا رہا ہے کہ جس سے مسلمان یہودیون کی طرح صرف سرمایہ دار ہو کر رہ جائین، اصل حقیقت کو ظاہر نہین کیا جاتا کہ قرآن مسلمانون کو عسکری قوت اور طاقت اسلحہ مہیا کرنے کی تعلیم دے رہا ہے، جس سے سلاطین اسلام نے غفلت برتی اور آج دنیا کی نظرون مین کمزور گنے جانے لگے، کیا ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے پاس دولت کی کمی تھی؟ ہرگز نہین مگر عسکری نظام اور طاقت اسلحہ سے غفلت برتی گئی، یورپ نئے نئے اسلحہ ایجاد کرتا چلا گیا، اور وہ اپنے پرانے اسلحہ پر ہی قانع رہے، یورپ نے عسکری نظام کو مستحکم کیا، یہ اس طرف سے بےفکری برتتے رہے، فریضہ جہاد فی سبیل اللہ کو فراموش کر بیٹھے، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جو آج ہمارے سامنے ہے، اور افسوس کہ اب بھی سلاطین اسلام طاقت اسلحہ مین یورپ ہی کے محتاج ہین، بحری جہاز، ہوائی جہاز اور ہر قسم کے اسلحہ یورپ ہی سے خریدین تو خریدین اپنے گھر مین ان کی تیاری کا کچھ سامان نہین،

(باقی)

اسلامی نظریۂ سیاست

از

مولانا حیدر زمان صدیقی فاضل دیوبند

(۳)

حریت عامہ اور اسلام

سیاست واجتماع کے موجودہ نظریون مین کوئی ایسا نظریہ نہین جو نسلی، قومی، لسانی اور جغرافی حدود وقیود سے آزاد اور ہمہ گیر داعیۂ انسانیت کا حامل ہو، یہی وجہ ہے کہ جمہوریت ہو یا اشتراکیت اپنے مخصوص دائرہ نفوذ وعمل سے ایک انچ بھی آگے نہین بڑھ سکتی، اور نہ یہ نظریے ہی اپنے اساسی دستور وآئین (کانسٹی ٹیوشن) کے اعتبار سے اس کے مجاز ہین، کہ وہ متعین حدود سے آگے تجاوز کرین،

آج دنیا کے جمہوریت پسند ممالک اگرچہ جمہوریت کے معنی ومصداق مین اتفاق نہ رکھتے ہون، مگر اس امر پر سب متفق ہین، کہ جمہوریت نام ہے ایک ایسے نظام حاکمیت کا جس مین ملک کی مختلف پارٹیون مین اکثریت واغلبیت رکھنے والی پارٹی (مجارٹی) اپنے تمام فیصلے خواہ وہ کتنے ہی اقلیت کش، انسانیت سوز اور ظالمانہ کیون نہ ہون، اقلیت رکھنے والی پارٹیون (منارٹیز) سے بالجبر منوانے کا حق رکھتی ہے، اور مجارٹی کا ہر فیصلہ قانون کا حکم رکھتا ہے، اور ملک کی اقلیتون، یا غیر ملکی اشخاص کے سامنے دو ہی راستے ہین، یا وہ اس ملک کو اپنے وجود سے پاک کر دین یا اکثریت کے زیر سایہ ہمیشہ ذلت، غلامی اور محکومیت کی زندگی بسر کرین، (الہجرۃ او الاسرۃ) اس بنا پر جمہوریت کی افادیت (حریت فکر اور حریت اجتماع) ایک مخصوص خطۂ ارض کے غالب اور متسلط عنصر کے لئے تو ہو سکتی ہے، مگر انسانیت مطلقہ کے لئے اس مین

راحت و امن کا کوئی پیغام نہین ہے،

اشتراکیت (سوشلزم) مین اگرچہ ایک حد تک عمومی داعیہ کارفرما ہے مگر حیاتِ انسانی کے سیکڑون زوایاے فکر و عمل مین سے صرف ایک ہی زاویہ اس کا منتہاے مقصود ہے، یعنی نظام اشتراکیت نے انسانیت کی فلاح و نجات کو صرف اقتصادی مسئلہ کے حل کرنے اور انسانون مین معاشی مساوات کے قیام ہی پر منحصر سمجھا ہے، اور ان مادی اغراض کا حصول ہی اس کی حدِ نظر ہے، اور اس کے سارے نظامِ سیاست مین صرف یہی روح کارفرما نظر آتی ہے، نیز ان نظامات مین یہ قباحت مشترکہ پائی جاتی ہے کہ ان کا پس منظر انسانون پر انسانون کا تسلط و تغلب اور سلب حریت انسانی ہے،

اُن کے مقابلہ مین اسلام کا نظریۂ سیاست و اجتماع ہر اعتبار سے ہمہ گیر اور لامحدود حیثیت رکھتا ہے، اس کی افادیت نسلی اور وطنی حدود سے آزاد اور سارے عالمِ انسانیت کو محیط ہے، نیز اس کی نگاہ کسی ایک شعبۂ زندگی تک محدود نہین، بلکہ تمام شعبہ ہاے حیات پر مساوی طور پر حاوی ہے اور وہ انسانون کی فکری، ذہنی، علمی، مادی، روحانی، دنیوی اور اخروی ضروریات مین سے کسی ضرورت سے بھی غافل نہین،

اسی طرح مسلمان جو اس عالمگیر نظریہ حیات کا علم بردار ہے، کسی وصفِ خاص یا کسی ایک مخصوص خطۂ ارض مین نہین سما سکتا، بلکہ وہ اسلام کی طرح لامکانی لامحدود اور محیط کل ہے، دنیا کی وسعتین اس کے قلب و نظر کی وسعت مین نہین سما سکتی ہین، لیکن اس کے لئے دنیا کی کوئی وسعت کافی نہین، اس کی وسعتِ نظر پر اگر کوئی چیز حاوی ہو سکتی ہے تو وہ صرف قادر علی الاطلاق کی ہستی کا تصور ہے،

عقل خود بین دگر و عقل جہان بین دگر است — بال بلبل دگر و بازوے شاہین دگر است
دگر است آنکہ برد دانۂ افتادہ ز خاک — آنکہ گیرد خورش از دانۂ پروین دگر است

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا موضوع بحث نفس انسانیت ہے، اور وہ دنیا کے انسانون کو مساوی

طور پر زندہ رہنے کا حق دیتا ہے، حریتِ اجتماع اور حریتِ فکر کے لحاظ سے انسانون کے کسی گروہ سے ترجیحی سلوک نہین کرنا چاہتا، کیونکہ اسلامی نظریۂ حاکمیت کسی کو اس امر کی اجازت نہین دیتا، کہ وہ احکم الحاکمین کی حاکمیت مین شریک و سہیم بن کر اس کے بندون مین حاکم و محکوم کی تفریق پیدا کرے، اور انسانی گردنین اس کے تخت جلال کے سامنے جھکین، اسلام انسانی حاکمیت مطلقہ کو کسی صورت مین برداشت نہین کرتا، اس لئے اس کا قدرتی نتیجہ حریتِ فکر انسانی اور مساواتِ عامہ کی شکل مین ظاہر ہوتا ہے،

حاکمیت اور خلافت کا فرق دراصل خلافت اور حاکمیت دو مختلف چیزین ہین، حاکمیت مین یہ ضروری ہے کہ اپنے احکام دوسرون سے منوائے جائین، مگر خلافت سے مراد نیابت و جانشینی ہے، یعنی خلیفہ کو حاکم کی حیثیت حاصل نہین ہوتی بلکہ وہ صرف نائب اور ترجمان کی حیثیت رکھتا ہے، اور جن احکام کو وہ دوسرون پر نافذ کرنا چاہتا ہے، خود بھی ان کا اسی طرح پابند ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے کہ وہ اس زمین مین خدا کی طرف سے نیابت کے فرائض انجام دیتا ہے، اس کی حیثیت اس مزدور کی سی ہے جو اپنے آقا کی معین کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیتا ہے، اور اس اعتبار سے کہ انسانون نے اس کو اس منصب کے لئے چنا ہے، اور اس امانت کا اہل تصور کیا ہے، اس کی حیثیت ایک امین کی ہے، اور اس کا اولین فرض ہے کہ وہ اس امانت کو عدل و انصاف اور مساواتِ عامہ کی صورت مین انسانون کو واپس کرے،

دراصل اسلامی تصورِ حاکمیت کی بنیاد ہی انسانی حاکمیت کی علی الرغم خداے قدوس کی حاکمیت اعلیٰ پر قائم ہے، اور اسلام مین تمام انسان نفس انسانیت کے اعتبار سے مساوی الدرجہ ہین، 'الا کلکم بنو آدم و آدم من تراب' اس لئے اسلام اپنے پیرون کو ہرگز اجازت نہین دیتا کہ وہ انسانون کے کسی گروہ کو اس کے جائز حقوق سے محروم کر دین یا اس سے کوئی ظالمانہ سلوک کرین،

عن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم   نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگون

يقول لا تعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس يعذبهم الله يوم القيمة،

(اخرجه ابو يوسف في كتاب الخراج)

پر ظلم نہ کرو، کیونکہ جو اس دنیا مین انسانون کو عذاب دیتا ہے، خداوند تعالیٰ قیامت مین اس کو عذاب دے گا،

عن معدان بن ابی طلحة رض انه قال من جملة خطبة عمر رض اللهم انی اشهدك علی امراء الامصار، فانی بعثتهم ليعلموا الناس دينهم وسنة نبيهم و يقسمون فيئهم و يعدلون عليهم وما اشكل عليهم يرفعونه الی (اخرجه مسلم و احمد)

حضرت عمر رض نے ایک خطبہ مین ارشاد فرمایا، اے خدا! مین صوبون کے حاکمون پر تجھے گواہ بناتا ہون، کہ مین نے ان کو صرف اس غرض کے لئے بھیجا ہے، کہ وہ لوگون کو دین، اور اپنے نبی کی سنت کی تعلیم دین، ان مین اموالِ غنیمت تقسیم اور عدل و انصاف کرین، اگر کوئی مشکل مسئلہ ان کے سامنے آئے تو وہ میرے سامنے پیش کرین،

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک تقریر مین ان الفاظ کے ساتھ امراء و حکام سے خطاب کیا،

الا وانی لم ابعثكم امراء ولا جبارين ولكن بعثتكم ائمة الهدى يهتدى بكم ولا تغلقوا الابواب دونهم فياكل قويهم ضعيفهم (كتاب الخراج)

ہان! مین نے تم کو امیر اور جابر و قاہر بنا کر نہین بھیجا، بلکہ ائمۂ ہدایت بنا کر بھیجا ہے، کہ تم سے رہنمائی حاصل کیجائے، اور رعایا پر اپنے دروازے بند نہ کرو کہ طاقتور کمزور کو کھا جائے،

خلیفۂ دوم کے یہ الفاظ اس حقیقتِ باہرہ کا اعلان کر رہے ہین، کہ اسلام مین خلیفہ یا امیر کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ تقدس و طہارت اور اخلاق و سیرت کے اعتبار سے دوسرون کے لئے نمونہ ہوتا ہے، اور اس کا فرض ہے کہ وہ لوگون کو دین کی تعلیم دے، اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرے کہ کوئی بالادست زبردست پر تشدد نہ کر سکے، لیکن وہ در اصل حاکم نہین ہوتا، بلکہ خدا کی طرف سے ایک محاسب و نگران ہوتا ہے،

حریتِ فکر اور مساواتِ عامہ

یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ اسلام کو دوسرے لوگون پر کوئی ترجیحی درجہ حاصل نہین ہوتا، اور نہ اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرون سے اعلیٰ و برتر تصور کرے، بلکہ حریتِ فکر اور حقوقِ شہریت کے لحاظ سے وہ ایک عام شہری کی حیثیت رکھتا ہے، خلیفۂ اول حضرتِ صدیقِ اکبر رض نے خلیفہ منتخب ہونیکے بعد جو پہلی تقریر ارشاد فرمائی، اس کے یہ الفاظ عوام کی آزادیِ رائے اور حریتِ فکر کے لئے برہان قاطع کی حیثیت رکھتے ہین،

ايها الناس انی وليت امركم و لست بخيركم ايها الناس انا متبع ولست بمبتدع فان احسنت فاعينونی وان زغت فقومونی

(ابن سعد)

مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے، حالانکہ مین تم سے بہتر نہین ہون، اے لوگو! مین کتاب و سنت کی پیروی کرنے والا ہون، اور اپنی طرف سے کوئی نئی بات دین مین پیدا کرنے والا نہین، اگر مین ٹھیک ٹھیک چلون تو میری مدد کرو، اور اگر غلط راستہ پر چلون تو مجھے سیدھا کر دو،

آپ نے ان الفاظ مین عوام کے اس حق کو کھلے لفظون مین تسلیم کیا ہے، کہ اگر خلیفۂ اسلام کوئی غلط راستہ اختیار کرے، تو عوام اس سے بازپرس اور اس کے غلط طرزِ عمل پر ہر قسم کی نکتہ چینی کر سکتے ہین،

فتحِ شام کے بعد مجلسِ مشاورت مین ایک مسئلہ کی نسبت اختلاف رونما ہوگیا، حضرت عمر رض نے

اس موقع پر جن خیالات کا اظہار فرمایا، اس کی مثال آج دنیا کے کسی نظام مین نہیں مل سکتی، فرمایا :-

فانی واحد کاحد کم ولست	مین بھی تمھاری طرح ایک راے رکھتا ہون
ارید ان تتبعوا ھذا الذی	اور مین یہ نہین چاہتا کہ تم صرف میری خواہش
اھوی، (کتاب الخراج)	کی پیروی کرو،

ان الفاظ مین اس امر کی وضاحت ہورہی ہے، کہ خلیفۂ اسلام صرف اپنی ایک راے دینے کا حق رکھتا ہے، اور اس کو یہ اختیار حاصل نہین، کہ وہ اپنی ذاتی راے کو بالجبر دوسرون سے منوائے، اور نہ وہ معاملاتِ عامہ مین ویٹو کا حق رکھتا ہے،

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ دستور تھا کہ سیاسی مسائل اور احکام و قضایا مین عام مسلمانون سے مشورہ لیا کرتے تھے، اس مقصد کے لئے انھون نے مہاجرین و انصار کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی، آپ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس طریق کو اور بھی زیادہ وسعت دی، خلافتِ راشدہ کے اس مقدس دور مین عوام کو ہر قسم کے اظہار خیال کی عام اجازت تھی، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین تحریر فرماتے ہین،

کان من سیرۃ عمرؓ انہ کان	حضرت عمرؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ پیش آمدہ
یشاور الصحابۃ ویناظرھم	معاملات و مسائل مین صحابہ سے مشورہ اور
حتی تنکشف الغمۃ ویاتیہ	بحث و مناظرہ کیا کرتے تھے، یہان تک
الثلج فصار غالب قضایاہ	کہ مسئلہ سے تاریکی کے پردے اٹھ جاتے،
وفتاواہ متبعۃ فی مشارق	اور یقین کامل حاصل ہوجاتا، یہی وجہ ہے
الارض ومغاربھا،	کہ اُن کے فیصلے اور فتوے مشرق و مغرب

البتہ اگر وہ اپنی فراست اور بصیرت سے کسی چیز کو مسلمانون کیلئے زیادہ مفید سمجھتا ہے جہانتک عام لوگون کی نگاہ نہین پہونچ سکتی، تو وہ اس وقت تک مشیرون کو سمجھاتا اور ان سے بحث کرتا رہا جب تک ان پر بھی اس کی مصلحت ظاہر نہ ہوجائے،

اسلام مین مساواتِ عامہ اور حریت فکر و راے کو زندگی کے ہر شعبہ مین ملحوظ رکھا گیا ہے، چنانچہ معاشی اور اقتصادی طور پر بھی خلیفۂ اسلام کو مساوی حیثیت حاصل ہوتی ہے، تقسیم اموال مین اس کو یہ حق حاصل نہین کہ وہ اپنے لئے یا کسی رشتہ دار کے لئے دوسرون سے زائد حصہ لے سکے، اسی طرح اس کو یہ اجازت بھی نہین کہ مسلمانون کے قومی فنڈ (بیت المال) سے مشورۂ عام کے سوا ایک حبہ بھی خرچ کرے،

ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیمار ہوگئے، اور علاج مین شہد تجویز کیا گیا، مگر شہد بیت المال کے سوا کہین موجود نہین تھا، آپ نے مجمع عام مین جاکر لوگون سے کہا کہ اگر تم مجھے اجازت دو تو مین شہد لے لون، ایک مرتبہ آپ نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا،

انی انزلت نفسی من مال اللہ	خدائی مال مین مین نے اپنے آپ کو ایک
بمنزلۃ والی الیتیم ان	یتیم کے والی کا درجہ دے رکھا ہے، کہ
استغنیت استعففت وان افتقرت	فراغت کی حالت مین اس مال سے پرہیز
اکلت بالمعروف،	کرون، اور احتیاج کی صورت مین صرف
(اخرجہ البیھقی)	بقدر ضرورت کھاؤن،

قادسیہ کی لڑائی کے بعد قبائلِ عرب کی تنخواہین مقرر ہوئین، تو کچھ لوگون نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ امیر المومنین ہین، اس لئے اپنے آپ کو اول درجہ مین رکھین، آپ نے صاف انکار کر دیا، اور فرمایا :-

ما انا فیه الا کاحدکم — اس مال کے استحقاق مین مین بھی عام مسلمانون کا ایک فرد ہون،

(کتاب الخراج)

یہان تک کہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمرؓ کی تنخواہ ایک غلام زادہ اسامہؓ بن زید سے بھی کم مقرر کی، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے عرض کیا کہ جہانتک خدمات ملی اور شرکت جہاد کا تعلق ہے مین کسی موقع پر اسامہ سے پیچھے نہین رہا تو پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے اسامہ کے برابر بھی نہین رکھا گیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

انه کان احب الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم منک وکان ابوہ احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابیک — رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے تھے، اور تیرے باپ سے زیادہ اس کے باپ سے،!

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

مفتوح اقوام سے حسنِ سلوک واقعاتِ عالم کے مدوجزر کا جس قدر عمیق نظر اور متانتِ فکر سے مطالعہ کیاجائے اسی قدر یہ حقیقت نمایان ہوتی جائے گی، کہ دنیاے انسانیت کو ہمیشہ جس چیز کی تلاش وجستجو رہی ہے، وہ آج تک اُسے مُیسّر نہین آسکی، قرآنِ حکیم جو کائنات مین تنہا علوم یقینیہ کا منبع ہے، اور تاریخ الامم مین غور وفکر کرنے کے بعد ہم صرف اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ زمانہ کے مختلف ادوار مین جب بھی کسی قوم کو عروج وترقی کے مواقع حاصل ہوئے، تو اس نے اپنے حاکمانہ اغراض ومصالح کے پیشِ نظر دوسری اقوام کو مشقِ ستم بنایا، بلکہ قوم کے کسی مخصوص فرقہ وطبقہ کو اگر اقتدار حاصل ہوا تو اس نے اپنی ہی قوم کے دوسرے فرقون کے ساتھ ایسا سفاکانہ سلوک کیا، کہ نسلِ انسانی ان کی وحشت وبربریت پر ہمیشہ ماتم کرے گی، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عیسائیت کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے،

قبیلوی اور نسلی عصبیت، فرقہ وارانہ عناد اور مذہبی تعصب کے جو مناظر اس دور مین دیکھے گئے، اُن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین، مگر انسانیت کی تاریخ مین کوئی ایسی مثال نہین مل سکتی کہ کسی قوم نے اپنے جان لیوا اور سخت متعصب دشمنون سے ہمدردانہ سلوک کیا ہو، صرف مسلمان ہی وہ سب سے پہلی اور آخری قوم ہے کہ اُس نے اپنے دشمنون سے بھی مروت واحسان کا بے نظیر سلوک کیا جنھون نے مسلسل اکیس سال تک ان کو ایک لمحہ بھی امن وچین سے نہ بیٹھنے دیا، اور چودہ سال تک مکہ کی بستی مین مسلمانون پر جبر وتشدد کی انتہا کر دی تھی، آخر مین مسلمانون نے تنگ آکر اپنے گھرون اور مال ومتاع کو خیرآباد کہا اور مدینہ منورہ کو اپنا مسکن ومستقر بنایا، مگر یہان بھی ان کو دم نہ لینے دیا گیا،

فتحِ مکہ کا واقعہ اگرچہ اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے تاریخ اسلامی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اس واقعہ نے اس کو تاریخِ عالم کا ایک بے مثال واقعہ بنادیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شقی القلب اور سفاک دشمنون سے جن کی خون آشام تلوارون سے اب تک مسلمانون کا خون ٹپک رہا تھا، ایسا فراخدلانہ سلوک کیا کہ دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۸ھ مین افواج اسلامی نے مکہ کی جانب یلغار کر کے اور مکہ معظمہ سے قریب ایک مقام (مرانظران) مین قیام کیا، ادھر مکہ والون کو معلوم ہوا تو انھون نے چند آدمیون کو جاسوسی کی غرض سے بھیجا جن مین ابو سفیان بھی شامل تھے، اتفاقاً ابو سفیان مسلمانون کے ہاتھ گرفتار ہوگئے، اور بارگاہِ رسالت مین پیش کئے گئے، اور وہ اسی مقام پر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فوج کو کوچ کرنے کا حکم دیا، تو فوج کو کئی دستون مین تقسیم کر دیا گیا، اور آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابو سفیان کو ایک طرف کھڑا کر دو کہ وہ اسلامی فوج کا مشاہدہ کرے، چوتھے دستہ کے سردار حضرت سعد بن عُبادہ تھے، انھون نے ابو سفیان کو دیکھکر یہ نعرہ لگایا،

الیوم یوم الملحمۃ الیوم — آج خونریز لڑائی کا دن ہے، آج
تستحل الکعبۃ — کعبہ کی حرمت اٹھا دیجائے گی،

آخری دستہ میں خود سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، ابوسفیان نے سعد ابن عبادہ کے یہ الفاظ آپ کے گوش گذار کئے تو آپ نے فرمایا :-

کذب سعد ولکن ھذا الیوم — سعد نے غلط کہا ہے آج خدا تعالیٰ
یعظم اللہ فیہ الکعبۃ — کعبہ کی عظمت کو دوبالا کریگا،

اور فرمایا :-

الیوم یوم بر و وفاء — آج احسان اور وفا کا دن ہے،

چونکہ غزوۂ احد میں شہر کے قریب مسلمان شہید ہوئے تھے، اور کفار مکہ نے کچھ لاشوں کی بے حرمتی بھی کی تھی، اسلئے مسلمانوں نے قسم کھا رکھی تھی، کہ جب ہم ان پر غالب آئیں گے تو ایک ایک مسلمان کے بدلے میں اہل مکہ کے دو دو آدمی قتل کریں گے، اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی،

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما — اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا
عوقبتم بہ۔ ولئن صبرتم — تمھارے ساتھ کیا گیا ہے، اور اگر صبر کرو تو یہ
لھو خیر للصابرین، (النحل) — زیادہ بہتر ہے،

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالائی مکہ سے شہر میں داخل ہوئے تو ایک شخص نے بلند آواز سے کہا،

لا قریش بعد الیوم — آج سے قریش کا وجود باقی نہ رہے گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا،

کفوا عن القوم الا اربعۃ، — سوائے چار آدمیوں کے کسی کو قتل
(ترمذی) — نہ کیا جائے،

ان لوگوں نے مکہ میں مسلمانوں پر جو زیادتیاں کی تھیں، ان کے تصور سے بھی سینہ کانپ اٹھتا ہے، مگر وہی مظلوم مسلمان فاتحانہ طور پر اس شہر میں داخل ہوئے جس سے وہ بیکسی کی حالت میں نکالے گئے تھے، اگر وہ چاہتے تو ان کینہ پرور اور متعصب دشمنوں کا ایک فرد بھی زندہ نہ باقی رہتا، اور جنگ کے آئین کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ان کو ایک ایک کرکے قتل کر دیا جائے، مگر رحمۃ للعالمین کے سامنے جب ان ظالم اور سفاک انسانوں کو پیش کیا گیا، تو آپ نے ان کی تمام سفاکیوں کو نظرانداز کرکے امن عام کا اعلان کر دیا، اور عام مسلمانوں نے ان پر مکمل قابو پا لینے کے باوجود ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یہ صرف اس لئے کہ دنیا یہ جان لے کہ اسلام ساری انسانیت کا درد لے کر آیا ہے، اور بلا لحاظ مذہب وملت تمام نوع انسانی کے لئے ہدایت کے ساتھ امن و راحت کا ابدی پیغام ہے،

ہست این میکدہ و دعوت عام است اینجا
قسمت بادہ باندازۂ جام است اینجا

اقوام عالم کی تاریخ میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں مل سکتی، از منۂ مظلمہ کا ذکر چھوڑئیے موجودہ مہذب اور متمدن حکومتوں کے جنگی آئین (مارشل کورٹ) کا بغور مطالعہ کیجئے، اور گذشتہ جنگوں کی تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالئے، کہ یہاں جنگی مجرموں کے ساتھ کیا ذلت آمیز اور ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے،

یہ صرف زمانہ رسالت کا ایک واقعہ پیش کیا گیا ہے، ورنہ اسلام کے دور اول میں مسلمانوں کو جس قدر فتوحات حاصل ہوئیں، انھوں نے ہمیشہ مفتوح اقوام سے نہایت ہمدردانہ اور فراخ دلی کا سلوک کیا، یہاں تک کہ وہ لوگ ان کے بلند اخلاق، شرافت نفس اور کردار کی پاکیزگی کو دیکھ کر دل وجان سے ان کی حمایت کا دم بھرنے لگتے تھے، فاروق اعظم رضی کے زمانہ خلافت میں فلسطین بھی اسی طرح فتح ہوا، اور خود حضرت عمر رضی نے جس رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت دیا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب کسی علاقہ کی طرف لشکر روانہ کرتے تو امیر الجیش کو ہر طرح محتاط رہنے کی ہدایت فرماتے۔

عن بریدۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امر علی جیش او سریۃ اوصاہ بتقوی اللہ الحدیث۔ (الحدیث بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر پر امیر مقرر فرماتے تھے، تو اس کو خوف خدا کی وصیت کیا کرتے تھے،

غیر مسلم رعایا اور اسلام جب اسلام متحارب اقوام پر غلبہ پالینے کے بعد ان کے ساتھ احسان، مروت اور رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے، تو یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے، کہ ان لوگون کے ساتھ کسی قسم کا ظالمانہ برتاؤ کیا جائے، جو باقاعدہ طور پر اسلامی حکومت مین رعیت کی حیثیت سے رہتے ہین، اسلام نے ان کو بڑی فیاضی سے ہر قسم کے حقوق (حریت اجتماع اور آزادی فکر) دیئے ہین،

اسلام مین عصمت اموال وانفس یعنی جان ومال کی حفاظت کے دو سبب قرار دیئے گئے ہین اسلام اور معاہدہ، اول الذکر صورت تو ہمارے موضوع سے خارج ہے، اور ثانی الذکر یعنی معاہدہ کی تین قسمین ہین :-

(۱) عہد الذمہ :- یعنی غیر مسلم اپنے آپ کو مکمل طور پر اسلامی حکومت کے حوالہ کر دین، اور رعایا کی حیثیت سے نظام اسلامی کے ماتحت رہنا منظور کرین،

(۲) معاہدۂ امن :- غیر مسلم، حکومت اسلامی مین تجارت یا اور کسی مقصد کے لئے آئین، اور امن کے طالب ہون،

(۳) سیاسی معاہدہ :- اہل کفر ایک مستقل فریق کی حیثیت سے مسلمانون کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور عارضی یا مستقل طور پر باہم دوستانہ مراسم قائم رکھنے کا معاہدہ کرین،

جہان تک اہل الذمہ یعنی رعایا کا تعلق ہے، اسلام نے ان کو ہر طرح کی مذہبی، اقتصادی، معاشی،

اور فکری آزادی عطا کی ہے، اور عام انسانی حقوق مین ان کو مسلمانون کے برابر قرار دیا ہے، اس کے علاوہ معاملات عامہ مین وہ بھی ہر قسم کے نفع وضرر مین مسلمانون کے ساتھ شریک ہین، یعنی مخصوص عقائد اور عبادات کو چھوڑ کر باقی ان امور مین جن کا تعلق اجتماع (سوسائٹی) سے ہے، وہ بالکل مسلمانون کی طرح ہین،

فان بذلوھا فلھم ما للمسلمین وعلیھم ما علی المسلمین فان قبلوا بذلھا (ہدایہ، کتاب السیر)

اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لین تو پھر ہر قسم کے نفع ونقصان مین مسلمانون کے ساتھ شریک ہین،

ان کے جان ومال کی حفاظت حکومت اسلامی کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ مسلمانون کی جان ومال کی، یہان تک اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے، تو حاکم ومحکوم کے امتیاز سے قطع نظر قاتل کو قصاص کے طور پر موت کی سزا دیجائے گی،

قال علی رضی اللہ عنہ من کان لہ ذمتنا فدمہ کدمنا ودیتہ کدیتنا (رواہ الدارقطنی فی سننہ)

جو ہمارے عہد مین آجائے، تو اس کا خون ہمارے خون کے برابر اور اس کی دیت ہماری دیت کے برابر ہے،

خلافت راشدہ کے عہد مین ذمیون کے حقوق کا اس قدر احترام کیا جاتا تھا، کہ خلیفۂ دوم نے موت سے قبل ذمیون کے حقوق کی حفاظت کے لئے خاص وصیت فرمائی،

عن عمرؓ قال اوصی الخلیفۃ من بعدی باھل الذمۃ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم ولا یکلفوا

مین اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اہل الذمہ کے معاملہ مین وصیت کرتا ہون، کہ ان کے عہد کو پورا کیا جائے، اور ان کی حفاظت کے لئے جنگ کی جائے اور اس کی طاقت

فوق طاقتهم، (کتاب الخراج)	زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈال دیا جائے،

فتح شام کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک فرمان لکھا تھا جس کے چند الفاظ یہ ہیں

وامنع المسلمین من ظلمهم	مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے، اُن کو
والاضرار بهم واکلهم اموالهم	نقصان پہنچانے، اور ان کا مال ناجائز طور
واوف لهم بشرطهم الذی	پر کھانے سے منع کرو، اور جس قدر حقوق
شرطت لهم فی جمیع ما اعطیتهم	تم نے ان کو دیئے ہیں، اور اس ضمن میں جو
(کتاب الخراج)	شرطیں اُن سے مقرر ہوئی ہیں، ان کو پورا کرو،

اسلام کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سوائے میدان جنگ کے ہر حال میں انسانی جان کے احترام کو ضروری قرار دیتا ہے، اور پھر نفس انسانیت کے اعتبار سے ہر قسم کے طبقاتی نسلی اور قبیلوی امتیازات سے قطع نظر تمام انسانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنا چاہتا ہے، چنانچہ اس نے مسلمان اور ذمی کے جان و مال میں قانوناً کوئی فرق نہیں رکھا ہے، چنانچہ ... قصاص و دیت میں دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں، البتہ بعض ائمہ اس کے خلاف ہیں،

ان ابابکرؓ و عمرؓ کانا یجعلان	حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ یہودی اور نصرانی
دیة الیهودی والنصرانی	کی دیت اُن کے معاہد ہونے کی حالت
اذا کانا معاهدین دیة الحر	میں آزاد مسلمان کی دیت کے برابر
المسلم، (دارقطنی)	قرار دیتے تھے،

اسلامی عدالت میں جب اس قسم کا مقدمہ پیش ہوتا جس میں ایک فریق غیر مسلم ہوتا تھا، تو قانون شریعت کے مطابق پورے انصاف سے فیصلہ کیا جاتا تھا، اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں، کہ مسلمان کے مقابلہ میں غیر مسلم کے حق میں فیصلہ دیا گیا،

اسی طرح مال و جائداد کی حفاظت اور اقتصادی اور معاشی آزادی کے لحاظ سے بھی اسلام نے غیر مسلم رعایا کو مسلمانوں کے برابر، اور ان کے اموال کو اموال مسلمین کی طرح معصوم قرار دیا ہے، یہاں تک کہ خلافت راشدہ کے دور میں مفتوحہ ممالک کی زمینیں اصل باشندوں کے قبضہ میں رہتی تھیں، اور مسلمانوں کو ان کو خریدنے سے منع کر دیا گیا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اہل عرب کو زراعت سے روک دیا تھا، اور تمام افسروں کے نام احکام بھیجدیئے، کہ مسلمانوں کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں تاکہ کوئی زراعت نہ کرنے پائے، مصر میں شریک ابن سمی نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی،

"میں تجھ کو ایسی سزا دوں گا جو آیندہ نسلوں کے لئے عبرت ہوگی"،

اسی طرح غیر قوموں کی تجارت پر کسی طرح کی پابندی نہیں تھی، بلکہ بعض حالات میں مقررہ ٹیکس کی مقدار بھی کم کر دی جاتی تھی، تاکہ باہر کے تجارت پیشہ لوگ ملک میں تجارت کو فروغ دے سکیں، حضرت عمرؓ نے شام کے قبطی تاجروں کے لئے جو روغن زیتون اور گیہوں کی تجارت کرتے تھے، عشر کو نصف کر دیا تھا، (موطا امام مالکؒ)

اسی طرح حکومت کے ان معاملات میں جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہوتا تھا، ان کو رائے دینے کا حق ہوتا تھا، اور ان امور میں جن کا تعلق خود اُن کے معاملات سے ہوتا تھا، ان کی رائے کو ترجیح دی جاتی تھی، چنانچہ عراق کے بندوبست کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے وہاں کے سرکردہ لوگوں کی رائے طلب کی تھی، (کتاب الخراج)

جزیہ کی وصولی میں رعایت

ذمیوں کے حقوق کی نگرانی اور فوجی حفاظت کے بدلہ میں ان سے نہایت حقیر رقم وصول کی جاتی تھی جس کو جزیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اعلیٰ طبقہ کے لوگوں سے ۴۸ درہم (۱۲ روپیہ) سالانہ متوسط طبقہ سے ۲۴ درہم (۶ روپیہ) سالانہ اور عام پیشہ وروں سے ۱۲ درہم (۳ روپیہ) سالانہ

اس کے مقابلہ مین مسلمانون سے زکوٰۃ عشر اور دوسرے صدقات کے طور پر جو رقم وصول کی جاتی تھی وہ اس سے بدرجہا زیادہ ہوتی تھی،

جزیہ کی اس حقیر سی رقم کی وصولی مین بھی انتہائی احتیاط اور نرمی اختیار کی جاتی تھی، کسی قسم کا جبر نہین کیا جاتا تھا، بلکہ ان کو زیادہ سے زیادہ مہلت دی جاتی تھی، اور اگر کوئی نادار اور محتاج ہوتا تو اس کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین حضرت خالدؓ نے حیرہ کے عیسائیون سے جو معاہدہ کیا تھا، اس مین یہ شرط بھی داخل تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت مین اس کا التزام کیا، یعنی ذمیون کے نادارون اور ضعیفون کے وظائف مقرر کئے گئے،

مسلمانون کے حسن کردار کا ذمیون پر اثر

مسلمانون کے اس منصفانہ طرزِ عمل سے یہ لوگ اس قدر مطمئن تھے، کہ اختلافِ مذہب کے باوجود وہ مسلمانون کی بلندی کردار کی تعریف مین رطب اللسان رہتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی خدمت مین ایک وفد آیا، آپ نے ارکانِ وفد سے دریافت کیا کہ غالباً ذمیون کو مسلمان تنگ کرتے ہون گے؟ اس کے جواب مین سب نے یک زبان ہو کر کہا

مانعلم الا وفاءً وحسن ملكة — ہم مسلمانون کی نسبت وفا اور حسنِ اخلاق کے سوا کچھ نہین جانتے، (طبری)

فاروق اعظمؓ کے زمانہ مین جب آذربائیجان کا علاقہ فتح ہوا، تو عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اس علاقہ کا گورنر بنایا گیا، ایک دفعہ ایک سابق بادشاہ کا ایک شاہزادہ اُن کے پاس آیا، اُس کے ہاتھ مین ایک نہایت خوبصورت انگوٹھی تھی، عبدالرحمان بن ربیعہ نے دریافت کیا، کہ یہ کہان سے لائے ہو؟ کہا میرے باپ نے ایک حکمران کو لکھا تھا، اس نے ایک بیش بہا ہیرا بھیجا، جو اس انگوٹھی مین جڑا ہے، اگر آپ لینا چاہین تو لے سکتے ہین، عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے جواب دیا ہرگز نہین، مسلمان جب کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو اس کا

مقصد لعل و جواہر اور سونا چاندی نہین، بلکہ اعلاء کلمۃ الحق ہوتا ہے، ان کے اس طرزِ عمل سے شاہزادہ اس قدر متاثر ہوا کہ اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہوگیا، اور کہا کہ اگر کوئی ایران کا حاکم ہوتا تو مجھ سے جبراً چھین لیتا، مگر مین سمجھتا ہون کہ مسلمان کا کردار بہت بلند ہے،

رومی اگرچہ مذہباً عیسائی تھے، مگر شام کے عیسائیون نے رومیون کے مقابلہ مین مسلمانون کا ساتھ دیا، اور مسلمانون کے دست راست بن گئے،

فلما رأى اهل الذمة وفاء المسلمين لهم وحسن السيرة فيهم صاروا اشداء على عدو المسلمين وعونا للمسلمين على اعدائهم (فتوح البلدان)

جب ذمیون نے مسلمانون کی وفا اور حسنِ سیرت کو دیکھا تو وہ مسلمانون کے دشمنون کے مقابلہ مین سخت اور اُن کے خلاف مسلمانون کے حامی بن گئے،

تو نخل خوش ثمرے کیستی کہ باغ و چمن
ہمہ ز خویش برید ند با تو پیوستند

بین الاقوامی معاہدات کا احترام

معاہدہ کی تیسری قسم جس کو سیاسی معاہدہ کا نام دیا گیا ہے، وہ معاہدہ ہے جو ایک یا ایک سے زائد اقوام کے ساتھ عمل مین آتا ہے، خواہ یہ معاہدہ مستقل اور غیر معین عرصہ کے لئے ہو، یا معین مدت کے لئے اسلام مین ایسے معاہدات کا احترام ہر حال مین ضروری ہے، جبتک کہ دوسری طرف سے نقض عہد کی ابتدا نہ ہو، مگر دوسری طرف سے اگر نقض عہد ہو تو اس صورت مین کسی اخلاقی ضابطہ کی رو سے معاہدہ کی پابندی لازمی نہین ہوتی، اس بنا پر قرآن کریم بھی مسلمانون کو اجازت دیتا ہے، کہ وہ اس صورت مین عہد کی پروا نہ کرتے ہوئے دشمنون کے مقابلہ مین کھڑے ہوجائین،

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ،

اگر آپ کو کسی قوم سے نقض عہد کا اندیشہ ہو تو آپ بھی اُن کے معاہدہ کو ان کے منہ پر پھینک مارین،

موجودہ اقوام بین الاقوامی معاہدات کی جس طرح مٹی پلید کرتی رہتی ہیں، وہ انسانیت کی پیشانی پر بدنما داغ اور اخلاق و شرافت کے لئے باعث ننگ ہے، ان کے نزدیک معاہدہ کمزوریوں اور مجبوریوں کی پیداوار ہے، اور مجبوری ختم ہوتے ہی معاہدہ کی قدر وقیمت کاغذ کے پرزے سے بھی کم رہ جاتی ہے، اس کی وجہ اقوام حاضرہ کی مادہ پرستی اور اخلاق و روحانیت سے بے نیازی ہے، جن قوموں میں قومی اور اجتماعی مقاصد کی خاطر بڑے سے بڑا جرم بھی نیکی اور ثواب کا درجہ رکھتا ہے، اُن سے یہ کسی طرح بعید نہیں کہ وہ کسی ایسے مفاد کے لئے دو قوموں کے شریفانہ معاہدہ کے پُرزے اُڑا دیں، آج نہیں بلکہ ہمیشہ سے اہل کفر کا یہی شعار رہا ہے،

قَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ، — اے مسلمانو! کفر کے سرداروں سے جہاد کرو، یہ قسموں کے پابند نہیں ہیں تاکہ وہ بدعہدیوں سے باز آجائیں،

اسلامی نظریۂ سیاست کی بنیاد اخلاق اور مابعد الطبیعی تصورات پر ہے، اس لئے اسلام کسی حالت میں عہد شکنی کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ عہد کی پابندی نہ کرنے والوں کو سخت سزا کی دھمکی دیگئی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے متعاہد اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد واعانت سے بھی منع کر دیا ہے،

وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ (انفال - ۱۰) — اگر وہ (مسلمان) تم سے دین کے معاملہ میں مدد مانگیں، تو تمھارے ذمہ مدد کرنا واجب ہے، مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد صلح کا ہو،

نیز اسلام میں پابندی عہد کی اہمیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے، کہ اسلامی فوج کا ایک ادنی فرد کفار کے کسی فرد یا قوم سے معاہدہ کرلے، تو اسلام میں تمام مسلمانوں پر اس کی پابندی لازمی ہے،

المسلمون تتكافؤ دماؤهم ويسعى بذمتهم ادناهم (اى اقلهم وهو الواحد) (اخرجه الدارقطني وابن ماجه) — مسلمانوں کے نفوس شریف و وضیع کے علی الرغم، قصاص و دیت میں مساوی ہیں، ان میں سے کسی ایک کا کفار کے کسی فرد یا جماعت سے عہد کرنا تمام مسلمانوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے،

(باقی)

کتابخانہ اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

کے

چندنادر الوجود مخطوطات

از

مولوی عبدالحمید خان صاحب ریڈر شعبۂ فارسی جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

گذشتہ فروری میں کانفرنس کے سالانہ جلسہ سے فراغ کے بعد حضرت قبلہ نواب صدریار جنگ بہادر مدظلہ العالی کے ارشاد سے کتابخانہ سلطان جہان منزل کا فارسی ذخیرہ دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی، جناب ممدوح کا حکم تو یہ تھا، کہ عربی اور فارسی کتابون کی فہرست ازسرِنو مرتب کردی جائے، مگر میرے حیدرآباد لوٹنے مین صرف چار روز رہ گئے تھے، تین روز کی تھوڑی مدت مین سب کو فن وار ترتیب دینا اور مختصر سا مختصر نوٹ لکھنا بھی دشوار تھا، اس لئے اپنی حالیہ مشغلہ اور دلچسپی کے لحاظ سے فارسی کتابون مین نفس اُن کی نایابی یا ان کی تحریر کی مدت یا خط کی خوبی وغیرہ کسی حیثیت سے جو نادر اور کمیاب نسخے نظر آئے، خاص کر ان پر عاجلانہ مطالعہ کے بعد جیسے کچھ توضیحی نوٹ بن پڑے لکھ کر جناب ممدوح کی خدمت مین پیش کردئے، مین جانتا ہون کہ ان مین بہت کچھ اضافہ کی گنجایش ہے، جس کو مجھ سے زیادہ فرصت اور قابلیت رکھنے والے اصحاب انشاء اللہ پوری کردینگے؛

پھر بھی اس ناچیز کی حوصلہ افزائی کے لئے جناب ممدوح نے ازراہِ بزرگانہ شفقت یہ عبارت تحریر فرمادی جس کو تبرک کے طور پر مین نے اپنے پاس رکھ لیا ہے،

"مین نے فہرست ہذا پڑھی، کاوش اور تحقیق سے لکھی گئی ہے، جس کی بابت شکریہ جانب فہرست نگار کانفرنس ادا کیا جاتا ہے،

(حبیب الرحمن سکرٹری)

مندرجہ کتابون پر میرے اپنے ترتیبی نمبر ہین، کتابخانہ کی فہرست مین ان کے نمبر اور ہین؛ وما توفیقی الا باللہ،

(۱) **مثنوی ولدی دربیان اسرار احدی**، اس مجموعہ مین دو مثنویان ہین، جو حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت سلطان ولد کی تصنیف ہین،

پہلی مثنوی کا وزن "فاعلاتن مفاعلن فعلن" ہے،

سلطان ولد نے اس کی جو وجہ تصنیف لکھی ہے: وہ انہی کے الفاظ مین زیادہ لطف دیگی؛

"غرض از انشار این مثنوی ولدی دربیان اسرار احدی آن بود کہ حضرت والدم و شیخم سلطان العلماء والعارفین جلال الحق والدین محمد بن محمد بن الحسین البلخی، در مثنوی خود قصہ ہای اولیای گذشتہ را ذکر کردہ است و کرامات و مقامات ایشان را بیان فرمودہ غرضش از قصہ ہای ایشان اظہار کرامات و مقالات خود بود و از ان اولیای کہ ہمدل و ہمدم و ہمنشین او بودند مثل سلطان الواصلین سید برہان الدین،"

(ترجمہ ملخصاً) مثنوی ولدی دربیان اسرار احدی لکھنے کی غرض یہ تھی کہ حضرت والد نے اپنی مثنوی مین پچھلے اولیاء کے جو قصے ان کی کرامات و مقامات بیان کئے ہین اس سے ان کا مقصد اپنے کرامات و مقامات (اور ان اولیا کے کرامات و مقامات) کا اظہار تھا، جو ان کے ہم دل، ہمدم اور ہم نشین تھے اس لئے اپنے اور ان کے

محقق ترمذی" و سلطان المحبوبین المعشوقین
شمس الدین تبریزی و قطب الاقطاب
صلاح الدین زرکوب قونوی و زبدۃ
الاولیاء و السالکین، حسام الدین چلپی
و لد اخی اخی ترک قونوی ......
احوال خود را و احوال ایشان را بواسطہ
قصہ ہائے پیشین را آنجا درج فرمود،
خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران
لیکن چون بعضے را آن فطانت و زیرکی
نبود کہ مقصود تہ حال را فہم کنند و غرض او را
بدانند، درین مثنوی مقامات و کرامات
حضرتش و ازان مصاحبان کہ ہمدم او بودند
.... شرح کردہ شد تا مطالعہ کنندگان
مستمعان را معلوم شود کہ آن ہمہ احوال او
و مصاحبانش بودہ است تا شبہہ و گمان
از ایشان برود۔

احوال کو پچھلے بزرگوں کے قصوں کے
پردہ میں درج کیا، لیکن چونکہ بعض
لوگوں میں اتنی زیادہ سمجھ نہیں ہوتی
کہ ان حالات اور (ان کو پردہ میں
بیان کرنے کی) غرض کو سمجھ سکیں،
اس لئے اس مثنوی میں حضرت والد
اور اُن کے ہمدم مصاحبوں کے مقامات
و کرامات کی تشریح کی گئی، تاکہ پڑھنے
اور سننے والوں کو معلوم ہو جائے، (کہ
قصوں کے پردہ میں بیان کئے ہوئے)
حالات خود ان کے اور ان کے ہم نشینوں
کے ہیں، اور (ان کے متعلق) جو شبہات دل
میں ہوں دور ہو جائیں،

اس مثنوی کا آغاز ابتدائے ربیع الاول ۶۹۰ھ میں ہوا، اور تکمیل اسی سنہ کی چوتھی جمادی الاخری
کو یعنی دو مہینے میں ختم ہوئی،

مطلع این بیان جان افزا | بود در ششصد و نود یا را
گفتہ شد اول ربیع اول | گر فزون گشت این مگر اطول
مقطعش ہم شدست اے فاخر | چار مین مہ جمادی آخر

دوسری مثنوی کی بحر وہی ہے، جو مثنوی مولانا روم کی ہے، اس کی وجہ تصنیف یہ لکھتے ہیں کہ

بزرگے از بزرگان اہل دل بطریق اعتقاد
و استدعا کرد و التماس نمود کہ بوزن الٰہی نامہ
خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کتابے انشا فرمودہ
توقع است کہ بر وزن مثنوی خداوندگار مولانا
قدس سرہ العزیز مثنوی انشا فرمائید جہت
خاطر دوستان کہ بران وزن از خواندن بسیار
خو کردہ اند، و این وزن در طبعشان نشستہ است
کتابے دیگر بسازید، زیرا کہ ہر نظم کہ گفتہ آید
بطریق تتبع و تشبہ حضرتش بودہ است ہم بران
وزن کتابے ساختن اولیٰ بود زیرا کہ معنی
متابعت و مشابہت درین اجمل و اکمل است
بموجب التماس آن بزرگ و جہت آن کہ
نے بحضرت مولانا قدس سرہ العزیز مخصوص
و منسوب ست این مثنوی را از "رباب"
آغاز کردہ شد"

(لفظی ترجمہ) اس مثنوی کے لکھنے کا سبب
ہوا کہ ایک اہل دل بزرگ نے عقیدتمندانہ
درخواست کی کہ خواجہ سنائی کی مثنوی الٰہی نامہ
کے وزن پر تو آپ نے ایک مثنوی لکھ دی ہے
(مگر) ہم کو امید ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ
کی مثنوی کے وزن پر ایک مثنوی اور لکھ دیں گے،
ان احباب کی خاطر جو اس وزن (کے اشعار)
ہمیشہ پڑھتے رہنے سے اس کے خوگر ہو گئے
ہیں، اور یہ وزن ان کے دل نشین ہو گیا ہے،
نیز اس لئے کہ اب تک ہر نظم میں آپ نے
حضرت مولانا کا تتبع اور تشبہ ملحوظ رکھا ہے،
اس وزن پر دوسری مثنوی لکھنے سے
متابعت اور مشابہت کا مقصد زیادہ
بہتر اور مکمل صورت میں پورا ہو جائے گا،
اس بزرگ کے التماس سے اور اس لئے

بھی کہ (لفظ) نے حضرت مولانا رحمہ اللہ
کے ساتھ مخصوص و منسوب ہے، اس
مثنوی کو "بابُ" کے لفظ سے شروع کیا گیا،

اس مثنوی کا آغاز ۷۰۰ھ ہجری مین ہوا، اور تکمیل تقریبًا ۵ مہینہ مین اسی سنہ کی ذی الحجہ کو،

گرچہ داری در درون دریاے راز	رو ولد خامش کش این سر دراز
در سنہ سبع مائۃ بہر ثواب	غرۂ شعبان شد آغاز کتاب
تا نماند بر خورد معنی عمام	در مہ ذی حجہ شد ہم این تمام

دونون مثنویون مین ہر نظم سے پہلے چند سطری نثر کے عنوانات ہین، جن مین ان چیزون کی مختصر تشریح ہے، جن پر اشعار مین خیال آرائی کی گئی ہے،

دونون کے شستہ اور پختہ الفاظ اور چست بندشین مصنف کی کمال شاعری اور پختہ مشقی کی دلیل ہین، پہلی مثنوی کا انداز بیان مولانا رحمہ اللہ کی مثنوی سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ اگر دونون کے اشعار ملا دیے جائین تو فرق کرنا دشوار ہو جائے گا،

پہلی مثنوی کے دیباچہ مین اپنی غزلیات اور ان مین حضرت مولانا کے خیالات اور اسلوب بیان کے ساتھ تشبہ ملحوظ رکھنے کا بھی ذکر کیا ہے، یہ مثنوی حجم مین دوسری مثنوی سے کم ہے،

اس مجموعہ کی تقطیع متوسط ہے، جدولین کاغذ اور خط بالکل یکسان ہے، چند صفحون کے سوا جو بخط نستعلیق ہین ساری کتاب نسخ مین ہے، اور ایک ہی شخص کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، کاتب نے اپنا نام نہین لکھا صرف تاریخ اور سنہ کتابت لکھ کر چھوڑ دیا ہے،

"تمت الکتاب سہ شنبہ روز سیزدہم ماہ محرم الحرام سنہ اثنین وستین وسبعمائۃ (۷۶۲ھ ہجری)

یہ مجموعہ ہر اعتبار سے قیمتی اور قابلِ قدر ہے،

(۲) تحفۃ الاخبار، یہ مدراس کرناٹک اور میسور کے مقامی حالات کی عمدہ تاریخ ہے، جس کو منشی غلام حسین خان نے ایلیٹ صاحب گورنر مدراس کے عہدِ حکومت مین لکھا ہے، اس مین پانچ فصلین ہین،

پہلی فصل مین ان روسائے کرناٹک کے حالات ہین جو عہد عالمگیری سے ۱۲۱۵ھ ہجری تک برسرِ امارت رہے ہین،

دوسری فصل مین مدراس کے گورنرون اور ان کے طرزِ حکومت کا ذکر ہے،

تیسری فصل مین انگریزی قوانین کے متعلق اظہار راے کیا گیا ہے،

چوتھی فصل مین انگریزون کی معاملہ فہمی اور عدل و انصاف کا بیان ہے،

پانچوین فصل مین کرناٹک کے قدیم جاگیر دارون اور باجگذار رؤسا کے حالات ہین، یہ حالات و واقعات کس حد تک صحیح اور قابلِ اعتماد ہین، اس کا فیصلہ تاریخ دان ہی بہتر کر سکتا ہے،

زبان صاف و روان ہے، کاغذ قدیم سبزی مائل خط عمدہ اور تقطیع بڑی صفحات کی تعداد ۱۶۱، سنہ تصنیف ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۵ء نسخہ مکمل و بے عیب ہے،

(۳) لغاتِ عالمگیریہ، فہرست مین اس کا نام صحاح اللغات غلط درج ہوا ہے، مصنف فاضل خان امراے عالمگیری مین سے ہے، غالبًا دربارِ شاہی مین تحفۃً پیش کرنے کی غرض سے جیسا کہ دیباچہ مین اشارہ کیا ہے :-

"خانہ کتحفہ والہدیہ الی الملک العام ......"

لکہ کر اس کا نام تحفۂ عالمگیریہ رکھا ہے،

یہ لغت کی ایک محققانہ اور مبسوط کتاب ہے، قرآن مجید، احادیث، رجال و انساب کے لغات نیز مشائخ کے ان محاورات کی تشریح جن مین علماء کو اختلاف رہا ہے، بہت خوبی سے کی ہے، جن الفاظ کے ساتھ تاریخی واقعات یا مذہبی خیالات وابستہ ہین، ان کو پوری تفصیل اور جامعیت سے لکھا ہے، مصنف کو زبان اور بیان پر پوری قدرت حاصل ہے، یہ کتاب کمیاب ہے، دیکھا تو نہین سنا ہے کہ اس کا ایک نسخہ کتاب خانۂ آصفیہ مین بھی ہے، تقطیع بڑی ہے، کاغذ قدیم خانی مگر خط زیادہ قدیم نہین معلوم ہوتا، ناقص الآخر ہونے سے سنہ کتابت کا پتہ نہین چلا،

(۴) مکتوبات حضرت امام ربانیؒ، اس کتاب کا جامع اور مؤلف یار محمد بدخشی طالقانی ہے، بہت عمدہ اور بے عیب نسخہ ہے، محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد مین کسی امیر ہدایت اللہ خان نامی کی فرمایش سے لکھا گیا، کاتب کا نام محمد بیگ ہے، سنہ و تاریخ کتابت نہم رجب ۸ سنہ جلوس، آخری صفحہ پر سید غلام خواجہ جمالی کی مہر اور انہی کے قلم کی لکھی ہوئی عبارت ہے،

"بدست خود مہر کردم شب ۱۰ صفر المظفر سنہ ۱۲۷۵ھ"

(۵) تصحیح لغات فرس، یہ کتاب شاہ طہماسپ صفوی کے عہد کی تصنیف ہے، مصنف حسین وفائی نے دیباچہ مین لکھا ہے، کہ اس کے لغات تین رسالون سے ماخوذ ہین، جن مین سے ایک محمد بن محمد فخر الدین ہندو شاہ منشی نے خواجہ محمد غیاث الدین محمد رشید کے نام پر لکھا ہے، دوسرا شمس فخری نے امیر شیخ ابو اسحٰق بن امیر محمود شاہ انجو کے نام پر، تیسرا شمس الدین محمد کشمیری نے،

اکثر لغات کے شواہد مین اساتذہ کے اشعار بھی درج کئے ہیں، یہ لغت ہے تو مختصر سا مگر بہت مفید اور بصیرت افروز ہے، خاص بات یہ ہے کہ ایران مین تصنیف ہوا، ورنہ فارسی کے اکثر مروجہ لغات ہندوستان

مین تصنیف ہوئے ہین،

تقطیع چھوٹی، کاغذ باریک اور خط پختہ ہے، ۱۰ شوال سنہ ۹۴۱ھ مین بمقام احمد نگر لکھا گیا ہے،

(۶) درمجالس، مصنفہ سیف ظفر برہان، یہ کتاب ۳۳ ابواب پر مشتمل ہے، ابتدائی دس بابون مین حضرت آدم علیہ السلام سے حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات تک انبیا کے فضائل ہین، باقی مین مذہبی قصص و حکایات، کاتب کا نام محمد طاہر ابن محمد حسین بن شمس الدین محمد ہے، لاہور مین ۱۳ رجب سنہ ۲۶ جلوس عالمگیری مین لکھی گئی، نسخہ صاف اور خوشخط ہے،

(۷) ابیات من کلمات الصوفیہ، یہ ایک چھوٹا سا چھوٹی سی تقطیع پر قدیم چھپا ہوا رسالہ ہے جس کو مصنف نے کسی امیر عبداللہ خان کے دربار تک رسائی کا وسیلہ بنانے کے لئے لکھا ہے، چھوٹی چھوٹی حدیثون، اقوال صحابہ اور کلمات صوفیہ کا مفہوم چار چار مصرعون مین ادا کیا ہے، اوپر جلی خط مین حدیث یا قول صحابی یا کلمات صوفیہ لکھے ہین، اور اُن کے نیچے چار مصرع، دیباچہ عربی مین ہے، جس کا صرف ایک ورق رہ گیا ہے، اور کتاب کے آخر مین لگا ہوا ہے،

شاعر کے نام، تخلص اور زمانہ کا پتہ نہین چلا، کلام کا انداز ایرانی ہے، اور طباعت بھی وہین کی معلوم ہوتی ہے،

(۸) جنت الفردوس، مذہبی رسالہ ہے، اس کی ۱۳ فصلین ہین، جن مین نماز، قرآن خوانی، صبر وغیرہ کے فضائل درج ہین، کاغذ اور خط معمولی ہے، مصنف کا نام اور سنہ تصنیف معلوم نہ ہو سکا، صرف اتنا ظاہر ہوا کہ حاجی ابن ترک سلطان کمال الدین کے ایما سے لکھا گیا ہے،

(۹) رسالہ در فقہ فارسی، اول اور آخر سے ناقص ہے، اس کے مصنف کے نام اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا، ص ۱۴۱ کے بعد والے دو صفحے غائب ہین، نکاح، وصیت اور قصاص وغیرہ کے مسئلے بحوالۂ کتب و ادلّہ مختصراً لکھے ہین، مسائل کے ضمن مین بعض ائمۂ فقہ کے حالات بھی درج کر دیئے ہین، کاغذ

خانی قدیم اور رسم الخط نسخ ہے اور موجودہ صفحات کی تعداد ۲۹۱ ہے، بحیثیت مجموعی رسالہ بہت اچھا اور کارآمد ہے،

(۱۰) گمنام رسالہ، فہرست مین اس کا نمبر ۳۰ ہے، آگے گمنام لکھا ہوا ہے، اس مجلد مین پہلا رسالہ فقہی مسائل کا عربی مین ہے، جس کے نام اور مصنف کا پتہ نہ چلا، دوسرا رسالہ شیخ علی متقی کے رسالہ العبارۃ الفصیحہ فی الوعظ والنصیحۃ کا پہلا حصہ ہے، مصنف کا پورا نام علی بن حسام الدین مشہور بہ متقی ہے، جلد ساز کی غلطی سے صفحہ ۵ اور ۶ کے درمیان ۵ ورق کسی اور رسالہ کے آگئے ہین، جو عربی مین ہین، کاغذ چکنا اور قدیم ہے، تقطیع چھوٹی اور خط معمولی،

(۱۱) بدائع الانشاء، اس کتاب کے سابق مالک عبد الغنی صاحب نقطہ نما چشتی قادری ساکن نلگنڈہ (ریاست حیدرآباد دکن) نے سرورق پر ایک مختصر سے نوٹ مین داد تحقیق یہ دی ہے کہ بادشاہ ہمایون نے اپنے فرزند عزیز قرۃ العین رفیع الدین حسین کی تعلیم و تربیت کے لئے میر منشی یوسفی سے تصنیف کرائی، لیکن مصنف لکھتا ہے، کہ

"این رسالہ ایست مسمی بہ بدائع الانشاء مشتمل بر محاورات خطابی و جوابی کہ جہت فرزند عزیز قرۃ العین رفیع الدین حسین طال عمرہٗ و سائر طالبان در حیز عبارت و قید کتابت می آید"

اس عبارت کے انداز اور الفاظ کی نوعیت سے صاف ظاہر ہے، کہ یوسفی نے اپنے ہی بیٹے اور دوسرے طلبہ کے لئے یہ انشاء لکھی ہے، ہمایون بادشاہ کا کوئی بیٹا رفیع الدین حسین نامی نہ تھا،

مقدمہ مین قابل مصنف نے انشاء کی تقسیم اس طرح کی ہے :-

"فن انشاء منقسم می شود، بدو قسم یکے توقیعات کہ مضامین آن منطوی بر اشلہ و

احکام سلاطین و حکام است، و دیگر محاورات کہ تراکیب آن مواد و صور مکاتبان مفاوضات است"

"و محاورات منقسم می شود بہ سہ قسم از برائے آنکہ خالی ازان نیست کہ رتبۂ مکتوب الیہ از کاتب بلند تر است یا فروتر یا مساوی است اگر بلند تر است مرافعات گویند اگر فروتر است رقاع و اگر مساوی است مراسلات، و ہر یک ازین اقسام ثلثہ منقسم می شود بہ خطابی و جوابی"

نمونہ کے طور پر جتنے خطوط اور مراسلات درج کئے ہین، ان مین الفاظ کا حسن انتخاب فقرون کا در و بست، ان کی شستگی اور پختگی مصنف کی اعلیٰ قابلیت اور پختہ مشقی کا روشن ثبوت ہے، سنہ تصنیف مصنف کے ان اشعار سے سنہ ۹۴۰ھ نکلتا ہے،

این نامہ کز دست فن انشاء بنظام ... کردہ خردش بدائع الانشاء نام
تکرار کنی چو نام او را یک بار ... شک نیست کہ رہ بری بہ تسال تمام

بحساب جمل "بدائع الانشاء" کے اعداد ۴۷۰ ہوتے ہین، جن کی تکرار سے سنہ ۹۴۰ ہجری نکلتا ہے،

یہ کتاب بہت کمیاب ہے، یاد اگر غلطی نہین کرتی، تو اس کا ایک نسخہ صرف رامپور کے کتابخانہ مین سنا گیا ہے، واللہ اعلم بالصواب،

صفحات کی تعداد ۲۶۲ ہے، افسوس ہے کہ اخیر کے ۲۹ صفحے آدھے آدھے دیمک کی نذر ہو گئے ہین، کاغذ خانی قدیم اور دبیز ہے، خط نہایت عمدہ اور پختہ نستعلیق،

(۱۲) خمسۂ نظامی اب تک جتنے خمسے نظر سے گذرے، ان مین یہ خمسہ ہر لحاظ سے بہترین ہے اس مجموعہ مین ۶ مثنویان ہین،

مخزن اسرار، خسرو شیرین، لیلی مجنون، ہفت پیکر، سکندر نامہ اور شرف نامہ، مثنوی ہفت پیکر
مین سات رنگین تصویرین بھی ہین، جن کے رنگ و طرز سے معلوم ہوتا ہے، کہ راجپوتانہ کے انداز مین بنوائی گئی
ہین، خط ایرانی ہے، نہایت صاف اور بے عیب، قلم کی شان اول سے آخر تک ایک ہے، جدولین طلائی
ہین، شروع کے دو صفحے ایرانی نقاشی اور نازک ترین بوقلمکاری کا بہترین نمونہ ہین،

مجموعہ کے آخری صفحہ پر کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت لکھا تھا، مگر کسی احمق نے اس کو
اس بری طرح مٹایا ہے، کہ پتہ چلانا ناممکن ہوگیا ہے، ملاحظہ ہو :-

"قد فرغ الکاتب عن تسوید هذه الکتاب بعون الملک الوهاب
خمسه حضرت شیخ الاسلام قطب المحققین شیخ نظامی قدس سره
العزیز علی ید العبد الضعیف الی رحمة الله الغنی ....
غفر ذنوبه و ستر عیوبه فی عاشر شهر ربیع الاول سنه ۹۶۳ھ
ثلاث و ستین و تسعمائة"

کاتب کی فطرت اور وراثتی روایت کے خلاف ہے، کہ وہ جابجا تصرف نہ کرتا جائے، اس
تصرف بجا و بیجا مین بھی اتفاق سے شعر زمین سے اٹھ کر آسمان پر پہنچ جاتا ہے، ورنہ اکثر و بیشتر تو
آسمان سے کھینچ کر زمین ہی پر آرہتا ہے،

ان پانچون مثنویون کے جستہ جستہ مقامات خصوصاً وہ حصے جو جامعہ کے نصاب کے سلسلہ مین
برسون سے زیر نظر چلے آرہے ہین، بغور دیکھے، حیرت بھی ہوئی، اور مسرت بھی، کہ یہ مجموعہ متداول
اغلاط سے پاک ہے،

(۱۳) دیوان حافظ، سورت مین ایک مشہور امیر نواب غلام باباخان گذرے ہین، جن کے
نام مرزا غالب کے متعدد خطوط اردوے معلی اور عود ہندی مین موجود ہین، یہ بے نظیر نسخہ انہی کے کتابخانہ

کا ہے، جو سنہ ۱۹۱۹ء مین مولوی انوار احمد زبیری مرحوم سفیر کانفرنس کو ان کے زمانہ قیام سورت مین نواب
ممدوح کے پوتے نواب میر حفیظ الدین احمد خان نے عطا کیا تھا، سرورق پر نواب میر غلام باباخان مرحوم
سی آئی ای کی مہر ثبت ہے، اور اس سے اگلے صفحہ پر انوار احمد صاحب مرحوم کا لکھا ہوا یہ نوٹ ہے،

"این نسخہ نادرہ دیوان حافظ از کتاب خانہ نواب میر غلام باباخان" مرحوم سی آئی ای بہ
اجازت نواب زادہ میر حفیظ الدین خان صاحب گرفتم و داخل کتب خانہ سلطان
جہان منزل کردم"

(خاکسار انوار احمد زبیری مارہروی مقام سورت ۲ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

اس کے نیچے نواب میر حفیظ الدین احمد خان نے یہ تحریر لکھ دی ہے:-

"بپاس خاطر محبی انوار احمد صاحب بخشیدم"

(عاصی سید حفیظ الدین خان)

دیوان کے آغاز مین وہی دیباچہ ہے، جو اکثر مطبوعہ نسخون مین پایا جاتا ہے، آخری صفحہ پر ایک
جگہ عبارت بے جوڑ ہوگئی ہے، غالباً کاتب نے کچھ حصہ سہواً چھوڑ دیا ہے، تقطیع متوسط، کاغذ سرخی مائل
بادامی، بہت دبیز، ہر صفحہ پر طلائی افشان سے ظاہر ہوتا ہے، کہ کسی شائق امیر کے لئے لکھا گیا ہے، تمام
جدولین رنگین، اور طلائی ہین، خط بہترین نستعلیق ہے، ابتدا کے ۱۲ صفحون پر کہین کہین روشنائی اڑ گئی ہے،
بعض صفحات پر آب رسیدگی کے نشانات بھی ہین، کہان اور کب لکھا گیا، کس نے لکھا، یہ کچھ پتہ نہ چلا، بہرحال
نسخہ بہت قدیم اور نادر ہے،

(۱۴) شرح قران السعدین، یہ حضرت امیر خسرو کی مشہور مثنوی قران السعدین کی نہایت بہترین
شرح ہے، جو بعض احباب کی فرمایش سے حضرت شیخ نور الحق محدث دہلوی نے لکھی ہے، یہ حضرت شیخ
عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کے سوا آپ کی

اور تصانیف بھی ہین جن مین سے ایک تحقیق الرویا عربی مین ہے، غیر مطبوعہ اور کمیاب ہے، اس کا ایک نسخہ خانقاہ مجددیہ سرہند شریف مین موجود ہے، حضرت شیخ نور الحق حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے، اور خرقۂ خلافت حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا، مکتوبات امام ربانی (جلد سوم) مین مکتوب سوم انہی کے نام ہے،

اس شرح کو اول سے آخر تک حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرما کر جا بجا جو کمی رہ گئی ہوگی، اُسے پورا کرایا ہے، خود فرماتے ہین،

"القصۃ تا بزیور قبول .... آن ادب آموز نکتہ سنج مزین نگردید، بہ نظر اعتماد نہ سنجیدم و شایستہ اعتبار ندانستم و بر بسیاری از لطائف کہ از کوتہی اندیشہ بدان نرسیدہ بودم آن رموز دان کل آگہی داد"

اس کی تکمیل کی تاریخ حضرت نے خود تحریر فرمائی ہے،

شکر للہ کہ بانجام رسید	شرح ابیات قران السعدین
مشرقی از پئے تاریخ تمام	برہ تعمیہ رفتی نہ بعین
چشم عیب از میان بردارند	میشود "شرح قران السعدین"

شرح قران السعدین کے اعداد ۱۰۹۳ ہوتے ہین، ان مین سے ع کے ۷۰ نکال دینے کے بعد ۱۰۲۳ھ رہتے ہین،

کاتب کے نام اور سنہ کتابت کا کہین ذکر نہین تقطیع درمیانی ہے، کاغذ خانی خط صاف اور پختہ کہین کہین کرم خوردہ ہے، بڑا نادر اور قیمتی نسخہ ہے،

(۱۵) یوسف زلیخای جامی، ولایتی کاغذ پر ایرانی خط مین لکھا ہوا نہایت خوشخط اور صاف ستھرا نسخہ ہے، اول و آخر مین کچھ ورق غائب ہین، بہت قدیم لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے،

(۱۶) منطق الطیر، اس مجموعہ کے متن مین تو حضرت شیخ فرید الدین عطار کی مشہور مثنوی منطق الطیر ہے، اور حاشیہ پر پند نامہ کاغذ و کتابت معمولی،

(۱۷) نمبر ۴۵ (مندرجۂ فہرست) یہ مذہبی قصص و مباحث کا مختصر سا رسالہ ہے، مصنف اور کاتب یا سنہ کا نہ ابتدا مین ذکر ہے، نہ آخر مین،

(۱۸) نمبر ۳۵ (مندرجۂ فہرست) اس رسالہ کا نہ نام معلوم ہو سکا نہ یہ کہ کس نے اور کب لکھا زیادہ تر انبیاء علیہم السلام کے حالات اور عجائبات خلق مذکور ہین،

(۱۹) تفسیر حسینی اس کی دونون جلدین بخط نسخ ہین، آیات سرخی سے لکھی گئی ہین، اور تفسیر سیاہی سے، پہلی جلد سولھوین پارہ تک ہے، اور دوسری قل اعوذ برب الناس تک، سب سے اخیر کا ایک صفحہ غائب ہے، اس لئے سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہ چلا، تقطیع بڑی ہے، کاغذ خانی چکنا اور مضبوط،

(۲۰) المعتمد فی المعتقد، یہ کتاب ابوبکر سعد زنگی والی شیراز (۶۲۳ھ - ۶۵۸ھ) کے عہد کی تصنیف ہے، مصنف نے اس دور کے مسلمانون کے ضعف ایمانی اور اسلامیات کی طرف سے غفلت و لاپروائی کا شکوہ کرتے ہوے ایسی کتابون کی ضرورت پر زور دیا ہے، جن مین تمام ضروری اعتقادی مسائل صاف اور آسان زبان مین لکھے گئے ہون،

ابوبکر سعد زنگی کے نام پر معنون کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے،

"تا وقع آن در دلہاے عوام افزون تر باشد و خطر آن در دیدہ ہا بحکم تقلید بزرگ تر ازین وجہ آن را بہ ذکر بندہ برگزیدہ خداو بادشاہی بقیۂ صالحہ ملوک و سلاطین اسلام بادشاہ نیاز مندوین ترحم دل درویش نواز مظفر سلطان اتابک ابوبکر سعد زنگی کہ ہموارہ در نظر و کنف خداے باد معنون گردانید"

سرورق پر مصنف کا نام امام توربشتی یا تورپشتی لکھا ہوا ہے، کتاب مین تین باب ہین، اور ہر باب مین دس فصلین،

باب اول در ایمان بخدای عزوجل،

باب دوم در ایمان بہ فرشتگان وکتابہا وپیغمبران،

باب سوم در مسائل اعتقادی، بر موجب کتاب سنت واجماع امت،

مسائل آسان اور مدلل عبارتون مین لکھے ہین، اس نوعیت کی کتابین بہت کم دیکھنے مین آئین، کس سنہ مین لکھی گئی اس کا پتہ نہین چلا، خط صاف اور عمدہ ہے، صفحات کی تعداد ۴۴۲ ہے،

(۲۱) مظہر الحق فی اباحۃ السماع، یہ رسالہ کمال صفی حسینی قزوینی کی تصنیف ہے، جو سید السادات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے معتقدین مین سے تھے، ناواقف لوگون کو روایات اور اصطلاحات فقراء کے رد وانکار سے بچانے کے لئے لکھا گیا ہے، خط پختہ ونستعلیق ہے، آخری چند صفحے ضائع ہوگئے ہین، اس لئے سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہ چلا،

(۲۲) کلیات حزین، اس مجموعہ مین پہلے قصائد ہین، پھر بہ ترتیب ابجد غزلیات، غزلون کے کے بعد رباعیات وقطعات ہین، سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہ چل سکا، بظاہر بہت زمانہ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، شروع کے دو صفحون پر خود شیخ حزین کا مؤلفہ دیباچہ ہے، کاغذ ولایتی ہے، کھرا سفید، خط نستعلیق،

(۲۳) نزہۃ الارواح، مصنفہ رکن الدین حسین بن عالم بن ابو الحسن حسینی، تصوف وسلوک مین ہے، ۲۸ فصلین ہین، جن مین مبداء، سلوک، معرفت سلوک، مقامات سلوک، نصیحت سالک، ہدایت، خلقت وحدت اور نفس وغیرہ کے مباحث ہین،

عبارت مین مغلق اور موٹے موٹے لغات سے بھری ہوئی ہین، آخری صفحہ کی تھوڑی عبارت

ملاحظہ ہو:-

"مصنف این بدیع لطایف ومولف این غرائب وظرائف فقیر حقیر حسین بن عالم بن ابن الحسن الحسینی ...... کہ این غرافین ابکار یعنی نفائس افکار .... واین صنیعہ بعدازان کہ از مسند مستقر فطرت مستودع خلقت نزول کردہ اندازہ کمال طراوت و نہایت لطافت بغایتے رسید کہ صیانت در شہور سنہ احد عشر وسبعمائۃ (۷۱۱) مشاطہ نشاط فکر بر بساط این بساط گوش وگردن، ہر یک را بجزیور فصاحت وبلاغت متوط وموشح ساخت"،

عبارت مذکور مین سنہ تصنیف ۷۱۱، بتایا گیا ہے، کتاب دبیز بادامی کاغذ پر ہے، تقطیع متوسط، خط معمولی ہے، آخر سے چند صفحات غائب ہین،

(۲۴) الجمعات الشاہیہ جلد ششم، اس کتاب مین نوین صدی کے ایک برہانی رفاعی بزرگ سید محمد بن عبد اللہ مخاطب بہ شاہ عالم - ہفتہ وار صحبتون کے حالات اور افادات کو کسی معتقد نے جو اپنے آپ کو "جامع کنوز محمدیہ، جامع ملفوظ مبارک، اور جامع ملفوظات محمدیہ" کے لقب سے یاد کرتا ہے، جمع کیا ہے، زیر نظر حصہ یکم محرم ۸۷۰ھ روز جمعہ کے مذاکرے سے شروع ہو کر ۳۰ ذی الحجہ سنہ مذکور کے جمعہ پر ختم ہوا ہے،

ہر جمعہ کی صحبت مین شیخ برہان الدین ملقب بہ میان مخدوم قاری خاص اور جامع کنوز محمدیہ کا ذکر ضرور آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بالالتزام حاضر مجلس رہا کرتے تھے، کہین کہین خواجہ کریم الدین اور شیخ فرید بن دولت شاہ کا بھی ذکر ہے، ایک جمعہ کی مجلس مین باشندگان احمد آباد کے ہجوم کا ذکر بھی ہے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ صحبتیں احمد آباد مین ہوا کرتی تھین،

اس حصہ مین برہانی رفاعیا منسوب بہ قطب عالم سید برہان الدین) کے خاندان کے مختلف

شاخون کے ۴۴ شجرے درج ہین، اور چند رسالے جہاد وغیرہ کے متعلق ہین،

حضرت قطب عالم کے متعلق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار (مجتبائی) کے صفحہ ۱۷۰ پر لکھتے ہین :-

حضرت قطب عالم نبیرۂ مخدوم جہانیان سید جلال بخاری ست از وطن اصلی خود بہ گجرات رفتہ توطن اختیار کردہ نام او سید برہان الدین ست ومشہور در زبان خلائق آن دیار بہ قطب عالم است، وروضۂ او سہ کروہی از حیدرآباد ست، وفات او ہشتم ذی حجہ سنہ سبع وخمسین وثمان مایۃ است"

وقت کی تنگی کے باعث کتاب کو بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہ ملا، جستہ جستہ جن عنوانون پر نظر پڑی ان مین سے چند یہ ہین :-

حقیقتِ فکر، اثباتِ رویۃ ملائکہ، قلبِ سلیم، روزِ قیامت، مناقب صحابۂ کرام، صبر وشکر، مراقبہ، عبودیت، استقامت، فراست، فتوت، حقوق والدین،

ان مین سے ہر ایک پر حضرت شاہ عالم کے ارشادات بڑے عالمانہ اور محققانہ ہین، جامع کتاب ہر موقع پر جن القاب اور جس ادب واحترام سے ان کا نام لیتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موصوف بڑے بلند پایہ عالم اور بڑے عالی مرتبہ صوفی تھے، اور خواص وعوام سب ان کا انتہائی ادب کرتے تھے،

فرصت سے بغور مطالعہ کرنے والے کو اس کتاب مین ایسے مسائل ملین گے، جن کو زوائد سے الگ کرکے یکجا کر دیا جائے، تو تصوف سے ذوق رکھنے والون کے لئے بہت مفید اور دلچسپ ثابت ہون گے،

کتاب مین نہ کہین جامع کا نام ملا، نہ کاتب کا، نہ سن کتابت، البتہ سرورق پر ان اصحاب

کے نام مع سنین کے درج ہین، جن کے قبضہ مین نسخہ رہ چکا ہے،

۱- من نعم اللہ علی عبدہ ابن شیخ بہاء الدین،

۲- مالک ملوک اہل بیت النبوی ابو الحسن الحسینی نقشبندی مرین ہے "خادم درگاہ ابو الحسن دیوانہ"

سنہ ۱۱۶۲ ہجری، خادم ابو الحسن ۔۔۔۔ درگاہ او دیوانہ،

۳- رسالہ ہاے حضرت شاہیہ از کتاب خانہ نواب نیک عالم خان خواجہ عباد اللہ ہدیہ گرفتہ، درہراج، تاریخ غرۂ جمادی الاول سنہ ۱۱۸۷ ہجری،

۴- این رسالہ جمعاتِ شاہیہ جلد ششم از خواجہ عباد اللہ ثانیا الحال فقیر حقیر حسین الدین حسینی بتاریخ غرۂ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۰ ہجری ہدیہ گرفتہ در میر حسین سنہ ۱۱۶۴ ہجری،

کلیاتِ فارسی

مولانا شبلی مرحوم کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، اور قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوانِ شبلی، دستۂ گل، بوے گل، برگِ گل کے نامون سے چھپے تھے، اس مین سب یکجا کر دئیے گئے ہین، قیمت :- عہ

کلیاتِ اردو

مولانا کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ جس مین مثنوی صبحِ امید، قصائد، جو مختلف مجلسون مین پڑھے گئے، اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی مذہبی اور تاریخی نظمیں جو کانپور، ٹرکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی کے متعلق لکھی گئی ہین، ۔۔۔۔ قیمت :- عہ

وفورِ رزق

از

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین استاذ جامعہ عثمانیہ

حق تعالیٰ نے رزق کا خود ذمہ لیا ہے،

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا	اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں جس کے
عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا،	رزق کا ذمہ اللہ پر نہیں،

صرف ذمہ داری پر اکتفا نہیں کیا، قسم بھی کھائی ہے، اور قسم پر بھی اکتفا نہیں کیا، مثال سے بھی واضح کیا ہے،

وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ	اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ	سب آسمان پر ہے، سو قسم ہے زمین آسمان
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ،	کے رب کی، یہ بات برحق ہے، جیسا کہ تم
(پ ۲۶ ع ۱۰)	باتیں کرتے ہو،

جملہ را رزاق روزی می دہد	قسمت ہر یک بہ پیشش می نہد!
"فی السماء رزقکم" نشنیدۂ	اندرین پستی چہ بر چفسیدۂ (رومی)

حق تعالیٰ ان لوگوں کو بھی رزق دیتے ہیں، جو غفلت و معصیت میں مبتلا ہیں، فسق وفجور میں چور ہیں، پھر وہ جو حق تعالیٰ کی اطاعت و رعایت کرتے ہیں، وہ کیسے محروم ہو سکتے ہیں!؟ دیکھو

جو درخت بوتا ہے، وہی سینچتا بھی ہے، خلقت کو وہی مدد دیتا ہے، اُن کا رزق وہی فراہم کرتا ہے، جو ان کا خالق ہے، پروردگار ہے، مخلوق کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ ان کا خالق ان کے لئے بہرحال کافی ہے، وافی ہے، الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ، ایجاد حق تعالیٰ سے ہے، دوام امداد بھی انہی سے ہے، تخلیق ان سے ہوئی، رزق کا دینا بھی ان کے ذمہ ہے، میں جانتا ہوں، کہ میں جب کسی کو گھر پر دعوت دیتا ہوں، تو اس کے لئے غذا کا بھی انتظام کرتا ہوں، اسی طرح جب حق تعالیٰ نے مجھے اپنی مشیت و ارادہ سے پیدا کیا، تو رزق کی ذمہ داری بھی انہی پر ہے، ان ہی کے خوان کرم سے ہمیں برگ ونوا حاصل ہے، حق تعالیٰ میرے مولیٰ ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں، میں ان کا غلام ہوں، اب آقا پر غلام کا نفقہ ضروری ہے، جس طرح کہ غلام پر آقا کی اطاعت واجب ہے، اگر میں ان کا ہو رہوں، ان کے سوا نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں، اور نہ کسی کے آگے جبینِ نیاز خم کروں تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنا حق ادا نہ کریں، کیا ان کا یہ قطعی وعدہ نہیں؟

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا	جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے
وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ	نجات کی شکل نکال دیتا ہے، اور اس کو
وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ	ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جہاں اس کا
اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ، قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ	گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل
لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا،	کرے گا، تو اللہ اس کے لئے کافی ہے، اللہ
(پ ۲۸ ع ۱۷)	تعالیٰ اپنا سب کام پورا کرکے رہتا ہے، اللہ
	تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے،

رزق کا وعدہ قطعی ہے، مجھے حیران و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں اپنا حق عبادت و عبودیت ادا کرتا رہوں گا، پھر یہ ناممکن ہے، کہ وہ مجھے اپنے گھر بلائیں، اور پھر اپنے احسانات سے محروم رکھیں،

وجود بخشی کریں، اور پھر مدد نہ کریں، ہمت کریں، اور اپنے کرم سے محروم رکھیں! اپنا حق (عبادت) مجھ سے طلب کریں، اور میرا حق (رزق) مجھے نہ دیں! وہ کریم ہیں اُن سے معاملہ کرکے کون خسارہ میں رہتا ہے!

مَنْ ذَالَّذِی سَأَلَكَ فَحَرَمْتَهُ — وہ کون ہے جس نے تجھ سے سوال کیا ہو

اَوْلَجَأَ اِلَیْكَ فَاَهْمَلْتَهُ اَوْتَقَرَّبَ — تونے اس کو محروم رکھا ہو، یا تجھ سے ملتجی ہوا ہو

اِلَیْكَ فَاَبْعَدْتَهُ اَوْهَرَبَ اِلَیْكَ — اور تونے اس کو بیکار چھوڑا ہو، یا تیری قربت

فَطَرَدْتَهُ — چاہی ہو اور تونے اس کو دور کردیا ہو، یا تیری

(شیخ جیلیؒ) — طرف دوڑ کر آیا ہو اور تونے اس کو دھتکار دیا ہو

اَحَدٌ سَامِعُ الْمُنَاجَاتِ — صَمَدٌ کَافِی الْمُهِمَّاتِ!

حاجتم از تو بیش می خواہم — زانکہ قاضیِ جملہ حاجاتی!

شکر فضلِ تو کے توانم کرد — حافظی فی جمیعِ حالاتی!

ہر دعائے کہ می کند سعدی — استجب یا مجیبَ دعواتی! (سعدی)

حق تعالیٰ کے سوا جب میرا کوئی رزق دینے والا نہیں، تو اب میں رزق کے معاملہ میں ساری کائنات سے بے نیاز ہوں، جس روز سے میں نے حق تعالیٰ کو اپنا الٰہ قرار دے لیا ہے، اسی روز سے خوف کا بھاری پتھر میرے سینہ سے اٹھ چکا ہے، اب میں قطعاً کسی کا محتاج نہیں نہ مجھے کسی سے امید رہ جاتی ہے، اور نہ کسی سے خوف وہراس! میرا تعلق راست حق تعالیٰ سے قائم ہو چکا ہے، غیر اللہ سے تعلق کٹ چکا ہے، حق تعالیٰ میرے لئے کافی ہیں، کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا!

رزق از وے جو، مجو از زید و عمر — مستی از وے جو، مجو از بنگ و خمر

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال — نصرت از وے جو، نہ از عم و خال

جب سے کہ حق تعالیٰ سے میں نے اپنا رشتہ جوڑ لیا ہے، ان ہی پر بھروسہ کر رکھا ہے، مجھے

اس کا یقین ہوگیا، کہ میرا رزق مجھ پر عاشق ہے، مجھ سے جدا کیسے ہوسکتا ہے! بے خزن وغم، بے فکر و تردد، بے رنج والم، میرا رزق مجھے پہنچ کر رہے گا، عارف رومی نے بھی تو اسی راز کی طرف اشارہ کیا ہے:-

ہین توکل کن ملرزان پا و دست — رزقِ تو بر تو ز تو عاشق تر است!

گر ترا صبرے بدے، رزق آمدے — خویش را چون عاشقان بر تو زدے (رومی)

بہرحال اتباعِ نبوت میں میں رزق کی طلب میں اسبابِ قطعی کی حد تک کوشش بھی کرونگا، لیکن اپنے قلب کو فکر و تردد سے فارغ رکھ کر اس کے حصول کا کامل یقین رکھ کر! اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ کا حکم میرے پیشِ نظر رہے گا، طلب کو رزق کے حصول کا مستقل سبب یا قطعی علت نہ قرار دوں گا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بعد از طلب می یابم اما نہ بطلب می یابم، یعنی طلب وجستجو مراد یابی کی مستقل علت نہیں، معاملہ فضل پر منحصر ہے، ہاں جستجو ضرور کی جائے، عادتِ الٰہی یہی ہے کہ حرکت میں برکت دیتے ہیں،

بجستجوے نیابد کسے مراد دلے

کسے مراد بیابد کہ جستجو دارد!

میرے صحیح عقیدے، صحیح فکر، اور خالص عمل ومجاہدہ نے مجھ میں وہ مقناطیسی قوت پیدا کردی ہے کہ رزق رواں دواں مضطربانہ انداز میں مجھ تک پہنچ رہا ہے، افراط سے مل رہا ہے، کمی اور قلت کا کوئی شائبہ نہیں! وجوہِ خیر میں اس کو جتنا خرچ کر رہا ہوں، اتنا ہی زیادہ عطا کیا جا رہا ہے، اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے، نعمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے! حق تعالیٰ کی عطا غیر منقطع ہوتی ہے!

لَاتَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا! — صاحبِ عرش خدا سے قلت کا ڈر مت رکھ

این زمین و سختیان پردہ است وبس — اصلِ روزی از خدادان ہر نفس

کہ اصول دخل اینہا بودہ اند — ہم از ینہان می کشاید رزق بند!

مین حق تعالیٰ کا ان نعمتون کے لئے جو ہر روز بارش کی طرح مجھ پر برس رہی ہین شکر ادا کرتا ہون اور چاہتا ہون کہ دوسرے بھی ان نعمتون سے سرفراز کئے جائین ، وفورِ رزق مین اس لئے بھی چاہتا ہون کہ شکر نعمت مین "پوشش ہر تنگ دست و فرش ہر دیوانہ" بن جاؤن اور یہ ثابت کر دون کہ انفاق و احسان سے رزق مین اضافہ ہوتا ہے، کمی نہین ہوتی ، کیونکہ حق تعالیٰ نے اس کا ہمین یقین دلایا ہے،

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ	اور جو چیز تم خرچ کروگے، سو وہ اس کا
وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ،	عوض دے گا ، اور وہ سب سے بہتر
	روزی دینے والا ہے،

ز احسان می شود صاحب کرم را دولت افزون تر
بلے ہر چاہ را آب از کشیدن بیش می گردد (لطف)

شکر کے طریقون سے مین اپنی نعمتون مین اضافہ کرتا جاؤن گا، حق تعالیٰ کا یہ قطعی وعدہ ہے جس مین کسی استفسار کی گنجایش نہین ، کہ وہ شکر کرنے والے کی نعمتون مین ترقی دیتے ہین،

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ	یعنی شکر کے معاوضہ مین زیادتی نعمت کا
	حصول بلاتخلف ہے !

اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ

النعمة وحشية قيدوها بالشكر	نعمت ایک وحشی جانور ہے، شکر کی زنجیرون
	مین اس کو باندھ رکھو،

باز نعمت چو ہست وحشی را
صید از قید شکر کن او را

چون گذاری تو شکر، نستیزد
در شوی ناسپاس بگریزد

شکر مین یہ بھی داخل ہے کہ نعمتون کا استعمال حق تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق کیا جائے جن کامون مین اُن کو صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، ان ہی مین ان کو صرف کیا جائے ، سلبِ نعمت

کا موجب ہمارا ہی کوئی ناشایستہ فعل ہوتا ہے ، حق تعالیٰ نے واضح طور پر ہم کو متنبہ کر دیا ہے ،

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا	یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی
نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا	نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہین
مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ	بدلتے ، جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی
(پ ۱۰ ع ۲)	اعمال کو نہین بدل ڈالتے ، اور اللہ تعالیٰ
	بڑے سننے والے اور بڑے جاننے والے ہین

اِذَا كُنْتَ فِيْ نِعْمَةٍ فَارْعَهَا
فَاِنَّ الْمَعَاصِيَ تُزِيْلُ النِّعَمَ

(جب تجھے کوئی نعمت حاصل ہو تو اس کی رعایت کر ، گناہون سے نعمتین زائل ہو جاتی ہین)

تقویٰ، عمل و مجاہدہ اور صبر و شکر کی وجہ سے حق تعالیٰ کی تمام نعمتین میری ہین ، اور مجھ مین موجود ہین ، اجب بھی مجھے ان کی احتیاج ہوتی ہے ، حق تعالیٰ انہیں خارج مین ظاہر فرما دیتے ہین ، ہر اوس نعمت کے لئے جو مجھے مل رہی ہے ، میرا قلب حق تعالیٰ کے آگے سربسجود ہے ، اور زندگی چشمۂ مسرت کی طرح روان ہے ، اور میری زبان پر یہ نغمہ جاری ہے ،

بے لطف تو من قرار نتوانم کرد
احسان تو شمار نتوانم کرد

گر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

(ابو سعید مہنہ)

دیوان عاشق دہلوی

تلمیذ

امیر خسرو دہلوی

از

نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی

میرے مختصر کتبخانہ مین اس دیوان کا ایک قدیم نسخہ ہے، تین ضخیم تذکرۃ الشعراء عاشق دہلوی کے ذکرے خالی ہین، دو قلمی ریاض الشعراء والہ داغستانی، مجمع النوائب احمد علی سندیلوی ایک مطبوعہ مجمع الفصحاء رضا قلی خان متخلص بہ ہدایت،

دیوان خط اور کاغذ دونون کے لحاظ سے پرانا لکھا ہوا ہے، مگر سنہ تحریر نہین، اس لئے کہ نسخہ ناقص ہے، عنوان پر درج ہے "دیوان عاشق دہلوی تلمیذ مولانا حضرت امیر خسرو دہلوی طوطی ہند" اس کے نیچے مہر ہے بخط نستعلیق خوشخط، اس مین نام "عبدہٗ زین العابدین" درج ہے، تقطیع ۸ ½ ۵ - انچہ ہے، تعداد اوراق موجودہ ۲۰۹ ہے، اور تلمذ کا ثبوت اشعار ذیل سے ہوتا ہے،

عاشق این رنگ سخن راز کجا یافتہ است این ہمہ از چمن خسرو چیدہ گل لعل

ایک قطعہ امیر خسرو کی شان مین لکھا ہے اس کا پہلا شعر ہے،

چو خسرو شاعرے از ہند برخاست کہ قدر شاعران اصفہان کاست

مقطع ہے:-

ہمنشیں بس دلیل پیشوانی کہ عاشق پیرو گفتار دراست

اس دیوان کا قیاساً زیر مطالعہ مؤلف رہنا محسوس ہوتا ہے، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بقلم مصنف لکھا ہوا ہے، قرائن یہ ہین،

خط کی روش دو قسم کی ہے، شفیعا اور نستعلیق، بسا اوقات نستعلیق مین شفیعا کا رنگ آجاتا ہے، ورق ۳۴ کی پوری غزل ملاحظہ ہو، جو نستعلیق شفیعائی ہے، شعر محتسب وش الخ مین لفظ مینائے اور مستان، اگلے شعر مین لفظ مئی خم کی تحریر مین شفیعائی رنگ نمایان ہے، نیز ورق ۴۰ کی پوری غزل میرے دعوی کی شاہد ہے، ورق ۶۰ کا چھٹا شعر ملاحظہ ہو، پہلا مصرعہ نستعلیق ہے، اور دوسرا مصرعہ شفیعائی، قلم اور روشنائی اور اگلے شعر کی ایک ہے، ورق ۸۰ کا چھٹا شعر نستعلیق شفیعائی ہے، گویا کاتب دونون قسم کی تحریر پر پوری قدرت رکھتا ہے، عموماً بعض مصرعون یا الفاظ کی تبدیلیان بخط شفیعائی ہین، کہین کہین بعض الفاظ یا مصرعہ کی تبدیلی بخط نستعلیق بھی ہے، مصرعہ یا الفاظ کی تبدیلی سے مضمون مین بلندی اور چستی پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح یہ تبدیلی اصلاح ہے نہ تصحیح،

پہلے نوشتہ کو قلم زد کرکے دوسرے الفاظ بدلنا مصنف بھی کر سکتا ہے، دوسرا شخص اصلاح تو کر سکتا ہے، مگر قلم زد کرنے کا حق حاصل نہین، ورق، ملاحظہ ہو، مصرعہ،

چگویم دگر مطلبے نیستم

بخط شفیعائی قلم زد ہے، بجائے اوس کے حاشیہ پر قلم روک کر یہ مصرعہ تحریر ہے، ع

نباشد دگر غیر ازین مطلبم

ورق ۱۶ کی پشت پر یہ شعر بھی ملاحظہ ہو،

در دیک چشمی کند چشم دگر را دردناک ہمنشینان را بدر دو رنج دیدن مشکل است

ثانی مصرعہ بغیر قلم زد کئے اس طرح تبدیل کیا ہے،

"مردم یک خانہ را در رنج دیدن مشکل است"

ورق ۱۲ پر یہ ع

"عاشق بہشت را نہ پسند دیگر پیش"

کو بدل کر ع

"عاشق بہشت را نہ پسندید بہر او"

بنایا ہے، مگر پہلا مصرعہ بھی قلم زد نہیں، ورق ۴۸

خار خارے بہ دل از رشک فتادست مرا　　تا بہ طرف کلہت جاے گزید گل لعل

اس شعر کا پہلا مصرعہ اس طرح بدلا ہے جو یقینی اصلاح ہے، نہ تصحیح، دیکھو مصرعہ کتنا بلند ہوگیا!

خار خارے بہ دل خون شدہ ام افتادہ است

نمونۂ کلام

زہے لبت نشکر خندۂ راحت جانہا　　گل عذار تو رشک گل دگلستانہا

لبت چو گاہ تکلم گہر بعفشاند　　شود پر از گہر آبدار دامانہا

دمیکہ سرو روان تو جلوہ گر گردد　　زچوب خشک دہد یاد سرو بستانہا

چہ فتنہ است ندانم بچاک دامانت　　کہ چاک گشتہ کسانرا از دگریبانہا

تبسمت نمکے تازہ بر جراحت ریخت　　کہ ریختند بخاک سیہ نمک دانہا

دواے درد دل ما زبید وانیہاست　　چرا کنیم عبث منتے ز درمانہا

مرے کہ خاک رہ دوست گشت چون عاشق

مرے ندارد با ساز و برگ ساما نہا

آمد بہار خرم ساغر کشان مبارک　　دلہا ز غم سبک کرد رطل گران مبارک

از ابر سایہ افگن شد تازہ صحن گلشن　　کردند عندلیبان بر باغبان مبارک

مشاطۂ بہاران رخسار گل بیاراست　　آئینہ گشت شبنم ای بلبلان مبارک

باران فگند روغن اندر چراغ لالہ　　شد دشت در چراغان بر شب روان مبارک

ساقی پیالہ در کف مطرب نشستہ باشد　　خیل طرب دہ صف اہل جہان مبارک

بادہ غذاے روح ست می باعث فتوح ست　　ہان ساعت صبوح ست پیر مغان مبارک

زاہد بیا بگلشن برچین ز زہد دامن　　بشنو ز کوئی و بزن بر میکشان مبارک

تخیخ ریاے امروز از زہد تو بہ نمود　　خرقہ بمی بیالود می خوارگان مبارک

عاشق بت تو مست ست جام عیش بدست ست

بستان پیالہ از وے کن نوش جان مبارک

مژدۂ اشک بار را نازم　　رگ ابر بہار را نازم

نیست در اختیار صبر و خرد　　دل بے اختیار را نازم

غنی از سیر لالہ زارم کرد　　سینۂ داغدار را نازم

کار ما را بمی کشی بگذاشت　　گردش چشم یار را نازم

خاک گردید جز بخاک نساخت

عاشق خاکسار را نازم

متفرقات

دریا کشیم و چرخ نزیبد ایاغ ما　　گم گشتہ ایم و خضر نیابد سراغ ما

ف[۱] اس شعر کے ساتھ امیر خسرو کا یہ شعر پڑھو، استاد و شاگرد کی یکرنگی محسوس ہوگی،

خسرو مست و مطرب تو مست و یار سرخوش　　ہان در چنین نشاطے یک رقص عاشقانہ

یک گل چیند از بستان یکے گلدستہ می بندد — تو اے نازک بدن جائے گل گلدستہ ما را

برافتد چون نقاب از ماہ رویت — نیارد دیدہ چشم کس بسویت

دمد از ہر سر خارے گل مطلب بر پیش — بنہد ہر کہ براہ طلبت گامے چند

در دل از پا درخت بحر تجلی موج زد — جوشش نورست از فوارۂ مژگان ما

کن نکر علاج درد کمال درد کوشش کن — کہ چون شد درد کامل خود بخود درمان شود پیدا

عاشق از تلخی غم فرہاد وار — مرگ را بر خود چہ شیرین می کنی

نامم ہر کہ بپرسد گویم — عاشق زارے سینہ فگارے

تابعین رض

علم و عمل اور مذہب و اخلاق مین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے جانشین اور ان کے تربیت یافتہ تابعین کرام رضی اللہ عنہم تھے، اور صحابۂ کرام رض کے بعد ان ہی کی زندگی مسلمانون کے لئے نمونۂ عمل ہے، اس لئے سیر الصحابہ رض کی تکمیل کے بعد دار المصنفین نے اس مقدس گروہ کے حالات کا یہ تازہ مرقع مرتب کیا ہے، اس مین حضرت عمر بن عبد العزیز رض حضرت حسن بصری رح، حضرت اویس قرنی رض، حضرت امام زین العابدین رض، حضرت امام باقر رض حضرت امام جعفر صادق رض، حضرت محمد بن حنفیہ رض، حضرت سعید بن مسیب رض، حضرت سعید بن جبیر رض حضرت محمد بن سیرین رض، حضرت ابن شہاب زہری رح، امام ربیعہ رائی رح، امام مکحول شامی، قاضی شریح رض، وغیرہ چھیانوے اکابر تابعین کے سوانح اُن کے علمی مذہبی اخلاقی اور عملی مجاہدات اور کارنامون کی تفصیل ہے، مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی،

ضخامت ۵۰۰ صفحے، قیمت :- للعہ

"منیجر"

استفسار و جواب

متفرق سوالات

جناب محمد ریاض احمد صاحب رضوی
میر لاج تکیہ سادھوان لاہور

بخدمت حضرت مولانا مولوی صاحب مدظلہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

عرض ہے کہ براہِ مہربانی چند مسائل کا جواب ارشاد فرمائین، بندہ کو تحقیق حق مقصود ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ جزائے خیر عطا فرمائین گے.

(۱) میرے والد صاحب میر عبد الرشید صاحب ٹھیکیدار ہین، ہر ماہ دو سو روپیہ بچاتے ہین، ایک سال بعد ۲۴۰۰ روپیہ جمع ہوتا ہے، زکوٰۃ کتنی ادا کی جائے اور کس حساب سے،

(۲) کیا قرآن کی آیت مبارک رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ سے تمام صحابہ مع امیر معاویہ رض، عمرو بن العاص رض، ابوسفیان رض والد امیر معاویہ رض، وحشی رض، نعمان بن بشیر رض قطعی طور پر جنتی ہین؟ محمد بن ابی بکر رض بھی اللہ تعالیٰ گستاخی معاف فرماوے تو تاریخ سے حضرت امیر معاویہ رض کے متعلق دل مین بہت شکوک پڑتے ہین، اس لحاظ سے نہین کہ انھون نے حضرت علی رض کی مخالفت کی بلکہ چالین جو انھون نے چلین، حضرت عمرو بن العاص رض کا مکالمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کے ساتھ، اور اس مین حضرت عمرو بن العاص کا پھر جانا، حضرت نعمان بن بشیر یزید کی حمایت مین تھے، محمد بن ابی بکر جنھون نے حضرت سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک کو پکڑا، اور قاتلین کی جماعت مین شامل تھے، گو بعد مین بھاگ گئے، یہ تمام عمر حضرت علی رض کے پروردہ تھے، یہ آپس کی

اتنی مخالفت سمجھ مین نہین آتی،

(۳) آج مین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے والا قرآن پڑھتا تھا، تو اس مین سورۂ فاتحہ کی آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر مین یہ لکھا ہوا دیکھا کہ اگر کسی بزرگ کو غیر مستقل سمجھ کر اور محض واسطۂ رحمتِ الٰہی سمجھ کر مدد مانگی جائے تو وہ عین ذات باری تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے" اس مسئلہ کے متعلق مجھے بڑی تشویش ہے، اگر ان کی زیارت نصیب ہوتی تو ضرور پوچھتا کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ

(۲) نحن اقرب الیہ من حبل الورید،

(۳) ادعونی استجب لکم، (المومن)

(۴) ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (الزمر)

(۵) یعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم وما لا ینفعھم (الفرقان)

(۶) وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یمسسک خیر فلا راد لفضلہ (یونس)

(۷) من یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح، الآیۃ (الحج)

اتنے بڑے بزرگ موحد کے کلام پاک سے ایسی تفسیر، مین تو حیران ہو گیا ہون، کیونکہ یہ تو صریح شرک ہے،

(۴) کیا قرآن کریم مین اب بھی کوئی آیت ایسی ہے جس پر عمل نہ ہو سکتا ہو، منسوخ کے کیا معنی ہین، کتنی آیتین منسوخ ہین، صاحب نور الانوار رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً قرآن

منسوخ کہا ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ نے پانچ آیتین منسوخ کہی ہین،

(۵) قرآن مین اہل بیت تو صرف بیویون کے حق مین استعمال ہوا ہے، جس مین سے نواسے اور داماد خارج ہین، البتہ لڑکے لڑکیان اور بیویان خاوند یہ لوگ اہل بیت مین شامل ہین، تو خواہ مخواہ حضرت حسنینؓ و حضرت علیؓ کو شامل کیون کرتے ہین، قرآن کے خلاف کوئی بات بھی قابل قبول نہین،

براہ مہربانی ان کا جواب باصواب ارشاد فرمائین، اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائیگا،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

معارف:- مکرم

جوابات حسب ذیل ہین،

۱- پورے چوبیس سو پر زکوٰۃ واجب ہوگی،

۲- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح و قدح کرنے سے ہر مسلمان کو اپنی زبان روکنی چاہئے، اگر آپ کو ان کا کوئی سیاسی پہلو پسند نہین ہے، تو اس سے ان کے دیگر فضائل تو محو نہین ہو جاتے، آج ہی دیکھئے کہ علماء اور زعما سیاسیات مین کس قدر مختلف رائین رکھتے ہین لیکن اس سیاسی اختلاف سے کسی کے جہنمی یا جنتی ہونے کا فیصلہ یا اخروی فضائل کا انکار درست نہین، کیونکہ باوجود ان سیاسی اختلافات کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہ اپنے مخالفون مین سے کسی کو کافر کہا نہ فاسق کہا، نہ جہنمی بتایا، پھر ہم کو اور آپ کو اس کا کیا حق حاصل ہے؟ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے، آپ سے ان کے متعلق کوئی سوال نہ ہوگا، آپ اپنی خبر لیجئے، کہ آپ سے آپ کے متعلق مواخذہ اور سوال بارگاہ الٰہی مین ہوگا، تو اس وقت آپ اور ہم کیا جواب دین گے، تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، (آخر پارہ الٓمٓ)

۳- حضرت شیخ الہندؒ کا مقصود یہ ہے کہ اگر دعا یون مانگی جائے کہ اے بزرگ آپ خدا کے

مقبول و محبوب ہین، آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، تو ایسا کہنا شرک نہین، اگر یہ بزرگ زندہ ہین، اور بالمشافہ اُن سے آپ درخواست کر رہے ہین، تو ظاہر ہے کہ یہ شرک نہین، حضراتِ صحابہ سے ثابت ہے، اور سُنتِ نبوی مین مذکور ہے، بلکہ قرآن پاک مین بھی اشارہ ہے،

اسی طرح زندہ بزرگون کو بارگاہِ الٰہی مین دعا کے اندر توسل کے لئے پیش کرنا بھی احادیث سے ثابت ہے جیسے حضرت عمرؓ نے قحط مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ کو اپنی دعا مین توسل کے ساتھ پیش کیا، ایک نابینا صحابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تعلیم فرمائی، اس مین نبی کریمؐ نے خود اپنے ساتھ توسل کے الفاظ بتائے، اور اگر یہ کوئی متوفی بزرگ ہین، تو حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے اتباع اس کو جائز سمجھتے ہین مگر ہمارے مرشد مولانا اشرف علی صاحب اس کو بدعت کہتے ہین، کیونکہ حضراتِ صحابہ سے ایسی دعا ثابت نہین ہے، اُن کے نزدیک صحیح صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اے بار الٰہا یہ تیرے مقبول و محبوب بندے ہین، اُن پر تیری رحمت ہے، ان کی اس مقبولیت، محبوبیت اور رحمت سے جو ان پر تیری ہے، مجھے بھی حصہ دے، اور میری مشکل کشائی فرما، اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے، اور یہ بھی اُن بزرگون کے اعمال صالحہ ہی سے توسل ہے،

آپ نے جو آیتین نقل فرمائی ہین، ان کا مقصد تو دعا، کا معبودانِ باطل سے مانگنا ہے، حضرت شیخ الہندؒ کا مقصد بزرگان سے دعا کرانا ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور مین ہمارے مقصد کے حصول کے لئے دعا کرین، ان دونون مین بڑا فرق ہے،

۴- ناسخ و منسوخ کی تعریف دحقیقت مین متقدمین اور متاخرین کا لفظی اختلاف ہے، معارف مین اس پر مفصل مضمون چھپا ہے، میری تعبیر یہ ہے کہ احکام دو قسم کے ہوتے ہین، ایک ہنگامی جیسے مارشل لا کرفیو آرڈر، دوسرے دوامی جیسے تعزیراتِ ہند وغیرہ، ہنگامی احکام کا نام ناسخ و منسوخ ہے، جو حالات کے تابع ہین، وہ حالات جب پیدا ہون گے، تو وہ احکام نافذ ہون گے، جب وہ حالات بدل جائین گے تو وہ احکام بھی اٹھ جائین گے، یہی نسخ ہے، مثلاً ضرورت پڑے، تو مسلمانون کی قلت تعداد کے وقت ایک مسلمان دس کافر کا مقابلہ کرے گا، پھر جب کثرت ہوگی تو وہ حکم ہوگا جس مین ایک مسلمان کو دو کافرون کے مقابلہ کا حکم ہے، علیٰ ہذا القیاس، دوسرے مسائل مین ان کی تعداد ۵ کے قریب ہے، بقول شاہ ولی اللہ صاحب، اور بعضون کے نزدیک اس سے کم و بیش ہے،

۵- اہل البیت کا لفظ بےشبہ قرآن پاک مین بیویون کے لئے آیا ہے، مگر طبعاً اور ضمناً اولاد بھی داخل ہو سکتی ہے، اس لئے قرآن پاک کی تطہیر مین اصل مقصود ازواجِ مطہرات ہین، اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعاً اور ضمناً اولاد بھی داخل ہے، جیسا کہ ہم اردو مین گھر والے کہتے ہین، جن سے اولین مقصود ازواج اور ضمناً اولاد بھی ہوتی ہے،

والسّلام "س"

تخلیق عالم کا مقصد

ڈاکٹر عین الدین صاحب رضوی
کیمپ حیدرآباد سندھ

مخدومی و محترمی
السّلام علیکم

ایک عرصہ سے میرے دل مین یہ سوال کھٹک رہا ہے، کہ تخلیقِ عالم خصوصاً تخلیق انسان کا مقصد کیا ہے؟ کون سی ایسی ضرورت اور مجبوری پیش آئی کہ یہ عالم، عالم وجود مین لایا گیا، انسان کو پیدا کیا گیا، اور پھر خیر و شر، نیک و بد، اور عذاب کا چکر گردش مین آیا، اس سلسلہ مین جہان تک مطالعہ اور پہنچ کا تعلق ہے، مین نے کتابون اور عالمون سے اس سلسلے مین تشفی چاہی، لیکن افسوس کہ اب تک کوئی ایسی کتاب یا عالم دین نہین مل سکا، جس سے میرا دل مطمئن ہو سکتا، ماخلقت الجن والانس الخ مین بھی یعبدون سے اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے، اور اس کی ضرورت کیون ہوئی، حل طلب مسئلہ رہ جاتا ہے؛

آپ کی مصروفیتون کا مجھے علم ہے، اسی وجہ سے اب تک آپ کو زحمت نہین دی لیکن چونکہ یہ سوال یکسوئی مین خلل ڈالتا، اور ایمان و عمل مین رخنہ انداز ہوتا ہے، اسلئے مجبوراً آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا، کہ اس وقت میری نظر اور علم مین آپ سے زیادہ واقف دین اور ذی علم کوئی دوسری ہستی موجود نہین، امید کہ آپ میری رہنمائی فرماکر داخلِ حسنات ہون گے، جواب کے لئے لفافہ مع ٹکٹ حاضر خدمت ہے،

نیازمند عین الدین رضوی

معارف:۔ محترم دام لطفکم

السلام علیکم،

عنایت نامہ ملا تھا، مگر اپنی مصروفیتون کے سبب جواب مین تاخیر ہوئی، آپ کی الجھن آپ کی تنہا نہین، بلکہ تمام اہل عقل کو جو عقل کو نقل کا معیار بنانا چاہتے ہین، یہ اور اس قسم کی دوسری الجھنین پیش آیا کرتی ہین، ہمارے دوست مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی نے الدین القیم کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے، اور دفتر الفرقان بریلی سے دس بارہ آنے یا روپیہ مین مل جائے گی، آپ اس کو ملاحظہ فرمائین، اس کا مستقل فلسفہ ہے، اور اس مین اسی فلسفہ کی بنا پر بہت سے مسائل کا جواب ہے.

میرا ایک خطبہ الجمد واجمادو تعلمی المعاش والمعاد کے نام سے معارف مین چھپا ہے اور الگ بھی ملتا ہے، دار المصنفین اعظم گڈھ مین اسلم صاحب کو لکھئے یا راندیر ضلع سورت مین مولوی محمد سعید صاحب کو لکھئے وہ بھیجین گے،

حاصل یہ کہ خلق عالم سے غرض خالق تعالیٰ کو معاذ اللہ اپنے لئے کسی تکمیلی شان کا حصول نہین،

انّ اللہ غنی عن العالمین، اللہ تعالیٰ ساری دنیا سے بے نیاز اور غنی ہے،

اس کو کسی چیز کی حاجت نہین، محتاج ہم ہین، اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء و صفات مین کامل ہے کمال طبعاً ظہور کو چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفاتِ کاملہ نے جب ظہور کیا تو یہ سارا عالم نمود مین آگیا، اس عالم نمود مین انسان مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے کہ اس عالم نمود کا ہر جزء انسان کے علاوہ اول ہی روز کامل بنایا گیا، آفتاب جیسا بنانا تھا بنا، زمین جیسی بنی تھی بنی، جز اشیاء کے خواص جیسے بنا دیئے گئے بنے ہین، مگر انسان کو ایک خاص حالتِ سادہ مین بے انتہا کمالی امکانات کے ساتھ پیدا کرکے چھوڑ دیا گیا، اس کو معاشی کمال کی فطری عقل عنایت کردی گئی، کہ وہ اس کی زندگی اور معیشت کی کفالت کرے، اور معادی کمال کی رہبری وحی کے ذریعہ کی گئی کہ وہ عقل کی دسترس سے باہر تھی، اور ان دونون سے مقصود انسان کی معاشی اور معادی تکمیل ہے، معاشی تکمیل کا ظہور تو اسی دنیا مین ہو رہا ہے، جس کا نام تمدن ہے، لیکن معادی تکمیل جس کا نام تدین ہے، اُس کے نتائج کا ظہور اس عالم مین ہوگا، جو اس عالم نمود کے بعد قائم ہوگا، جس مین معادی تکمیل یافتہ افراد اپنے کمال کے اوج پر پہنچین گے، جس کا نام جنت ہے، یا اسفل سافلین کے حضیض مین پہنچ جائین گے، جس کا نام دوزخ ہے،

غور فرمائیے اگر یہ عالم نمود اور پھر یہ عالم آخرت پیدا نہ کئے جاتے، تو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ظہور اور پھر عالم انسانی کی تکمیل کا ظہور کیونکر ہوتا،

اللہ تعالیٰ نے عالم کی پیدائش کو قرآن پاک مین جابجا الحق فرمایا ہے، اور اس کے بطلان کی نفی فرمائی ہے،

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے پروردگار تو نے اس کو باطل نہین بنایا ہے،

اور اس کی تردید فرمائی ہے، کہ انسان بے مقصد اس عالم مین نہین لایا گیا ہے،

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث بنایا،

وَاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ، اور تم یہان لوٹ کر نہین آؤگے، ؟

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی، کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا،

یہی عالم حق جو خاص مقصد کے ساتھ بنا ہے، دوسرے عالم مقصد کے ہونے کی دلیل ہے، کہ اگر وہ عالم انصاف و داد نہو، اور جزا و سزا کی دنیا نہ آئے تو اس عالم کی خلقت اور نمود بے غایت ہو کر رہ جائے گی، "س"

حکومتِ الٰہیہ اور مسلمانون کا مطمحِ نظر

جناب حکیم محمد حسین صاحب }
گھوڑا گلی، مری ہلز؛ } مخدومی :-

السلام علیکم،

بہت سے مسلمان علماء و مفکرین نے بھی ان مسائل کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے، اس مضمون مین بھی اسلامی سیاست پر بحث کی گئی ہے، ایسے مضامین مین عموماً یہ بدعنوانی پائی جاتی ہے، کہ ان مین اسلامی سیاست کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے، کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ حکومت و سیاست ہی اسلام کا نصب العین ہے، حالانکہ یہ ظاہر ہے، کہ اسلام کا اصلی مقصد توحید الٰہی، ایمان و عمل، تزکیۂ اخلاق و تجلیۂ روح وغیرہ ہین، حکومت و سیاست اس کا ایک نتیجہ، اور اسلامی قوانین کے نفاذ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، جسے غلطی سے اصل قرار دے دیا جاتا ہے"

(معارف جلد ۵۸ نمبر ۲، اگست ۱۹۴۶ء)

خاص سے عام تک، مقید سے مطلق تک پہنچ جانے اور سیاق قرآنی سے قطع نظر کر کے آیت کے ایک ٹکڑے کو مستقل حکم سمجھ لینے کا جو مغالطہ شدید پہلی صدی ہجری، بلکہ خلافت راشدہ ہی کے دور آخر مین خوارج کو پیش آیا تھا، حالانکہ اس مین بھی بڑے بڑے عابد و زاہد

متقی موجود تھے، اسی نوعیت کی غلطیون مین آج مولانا مودودی کی جماعت بھی باوجود اپنے اخلاص کے گرفتار ہے"

(صدق لکھنؤ ۱۹ر جولائی ۱۹۴۶ء ص ۴، کالم ۲)

ان اقتباسات مین جو چیز مشترک ہے، وہ بظاہر یہ ہے کہ اسلام کسی ملک مین یا تمام دنیا مین ایسی حکومت کے قیام کو مسلمانون کا مطمحِ نظر نہین قرار دیتا، جس کے ماتحت دنیاوی قوانین و احکام کے بجائے الٰہی قوانین و احکام کا عمل درآمد ہو اور کہ اسلام کا اصل مقصد محض فرد کی روحانی اصلاح ہے، اس خیال کو بہت زیادہ واضح کرنے کی ضرورت ہے، اس طرف محض اشارہ کر دینا کافی نہین، کیا معارف مین ایک مستقل مضمون اس پر نکلے تو بہتر نہ ہوگا، جو لوگ مودودی صاحب کی تحریرین پڑھتے ہین، اُن کی رہنمائی کے لئے بھی اس موضوع پر مفصل اور مدلل بحث کی ضرورت ہے، اگر آپ اس کے لئے خود وقت نکال سکین، تو بہت ہی خوب ہو، فقط

وَالسَّلام

معارف :- جناب کو غلط فہمی ہوئی، مین نے یہ نہین کہا کہ اسلام کسی ملک یا تمام دنیا مین ایسی حکومت کے قیام کو مسلمانون کا مطمحِ نظر نہین قرار دیتا، جس کے ماتحت دنیاوی قوانین و احکام کے بجائے الٰہی قوانین و احکام کا عمل درآمد ہو، اور کہ اسلام کا مقصد محض فرد کی روحانی اصلاح ہے، مین نے یہ کہا ہے کہ حکومت و سیاست اسلام کا مقصود اوّل نہین، بلکہ ثانی ہے، اور وہ بھی اس بنا پر کہ یہ بہت سے احکام الٰہی کے نفاذ و اجراء کا ذریعہ اور وسیلہ ہے،

مثال اس کی یہ ہے کہ نماز مقصود اول ہے، اور وضو اس مقصود کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ، اور اسی حیثیت سے وہ ثانوی ہے، تو داعی و متکلم اسلام کا فرض ہے کہ وضو کو ایسی اہمیت نہ دے، کہ وہ مقصود اصلی ہو جائے، خواہ اس سے نماز پڑھی جائے یا نہین، اسی طرح حکومت و سیاست کو وہ اہمیت دیجائے

کہ دین کے اجزاے روحانی، اس کے قوانین دنیاوی سے کم تر اور ہلکے اور بے اثر ہو جائین، ورنہ وضو کے بحیثیت ذریعۂ نماز ہونے کی اہمیت سے جس طرح انکار ممکن نہین، اسی طرح تنفیذ احکام الٰہی کے ذریعہ ہونے کے لحاظ سے حکومت و سیاست اسلامی و الٰہی کی اہمیت سے کسی کو قطعاً انکار نہین کرنا چاہئے، اسی طرح فرد کی روحانی اصلاح جماعت کی روحانی اصلاح کا مقدمہ ہے، جماعت افراد ہی سے مرتب ہوتی ہے، جب چند افراد صالح ہو جائین گے تو جماعت صالح پیدا ہو جائے گی، اور جب امت کے اکثر افراد صالح بن جائین گے تو امت صالحہ کا وجود ہو جائے گا، اجتماعی احکام بھی اسلام مین ہین، جو جماعتون سے متعلق ہین، اور ان کی اہمیت بھی کم نہین ہے،

معاصر صدق کی تحریر کا مقصد تاویل و تعبیر کے طرز سے ہے، خوارج نے آغاز اسلام مین جو طریقہ تاویل اختیار کیا تھا، ویسے ہی اس کے خیال مین بعض لوگ آج اختیار کر رہے ہین، اور اپنے سوا ہر ایک کو خارج از ملت بتا رہے ہین،

"س"

سیرۃ عائشہؓ

کا

جدید اڈیشن

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب و فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور ان کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر ان کے احسانات، اسلام کے متعلق ان کی نکتہ سنجیان اور معترضین کے جوابات، آخر مین علامہ سیوطی کا رسالہ عین الاصابہ فی استدراک عائشہؓ بھی ملحق ہے،

قیمت :- ہے، ضخامت :- ۴۴۹ صفحے، طبع سوم باضافہ حواشی،

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک — از مولانا مسعود عالم ندوی تقطیع بڑی ضخامت ۱۷۵ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت معلوم نہین، پتہ: دار الاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن،

ہندوستان مین مسلمانون کی دینی تجدید و اصلاح اور ان کی سیاسی سربلندی کے پہلے داعی اور مجاہد حضرت سید احمد بریلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید تھے، ان کے بعد ان کے خلفاء اور متوسلین نے بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا، اول الذکر دونون بزرگون کا جہاد سکھون کے مقابلہ مین تھا، اور ان کے بعد کے مجاہدین کی ٹکر انگریزون سے ہوئی، اور اس راہ مین انھون نے بڑی قربانیان کین، اور بڑی سختیان جھیلین، حضرات شہیدین کے حالات مین بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور اب ان کے متعلق اردو مین کافی معلومات ہین، مگر ان کے بعد کے مجاہدین کے متعلق جستہ جستہ متفرق معلومات کے سوا مفصل و مرتب حالات نہین ملتے، لائق مؤلف نے اس کتاب مین اس پورے سلسلہ کی تاریخ قلمبند کی ہے، اور اس سلسلہ مین جو غلط فہمیان ہین، ان کو دور کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً عرب مین شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک تجدید اور ہندوستان مین مولانا سید احمد بریلوی کی تحریک اصلاح و جہاد دونون تقریباً ایک ہی زمانہ مین تھین، اس لئے عام طور سے آخر الذکر کو اول الذکر سے ماخوذ اور اس کا ضمیمہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ دونون تحریکین علحدہ علحدہ مستقل حیثیت رکھتی تھین، اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ یہ تحریکین انگریزون کے مصالح کے خلاف تھین، اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تحریک عرب مین ترکون کے بھی خلاف پڑتی تھی، اس لیے انھون نے ان تحریکون کو

بدنام کرنے اور مٹانے کی پوری کوشش کی، اور ان کے خلاف خود مسلمانون مین ایسا پروپگنڈا کیا، کہ "وہابی" کا لقب نہ صرف باغی، بلکہ عام مسلمانون کے دشمن کا مرادف بن گیا، ہندوستان مین حضرت سید احمد بریلوی ؒ اور ان کے اتباع کو بھی اسی لقب سے بدنام کیا گیا، لائق مؤلف نے اس پروپگنڈے کے اسباب پر بحث کرکے دونون غلط فہمیون کو دور کیا ہے، اور بعض دوسری غلطیون کی تصحیح کی بھی کوشش کی ہے، اور حضرت سید صاحب کے مختصر حالات لکھے ہین، اور اُن کے خلفار اور متوسلین کے مجاہدات اور کارنامون کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور جن جن طریقون سے ان کو مٹایا گیا، اس کی تفصیل ہے، مصنف نے بڑی تلاش و جستجو سے یہ حالات فراہم کئے ہین، اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے، اس سے ہندوستان مین مسلمانون کی تجدید و اصلاح اور ان کے مجاہدانہ کارنامون کی نہایت اہم کڑی جو عام نگاہون سے مستور تھی، سامنے آگئی، اور اس حیثیت سے مصنف مسلمانون کے شکریہ کے مستحق ہین، البتہ کتاب مین کہین کہین جزدی اختلافی امور و مسائل مین بھی مصنف کا لہجہ ذرا سخت ہو گیا ہے، جو ان کے شدتِ ایمان کا نتیجہ ہے،

تدوینِ حدیث از مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۴۰۰ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت ۱۲ ؏ پتہ:- ادارہ دعوۃ الحق بیگم بازار کوچہ گھاس منڈی حیدرآباد دکن،

دینی علوم مین علوم القرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے، بلکہ اس حیثیت سے وہ بھی علوم القرآن ہی مین شامل ہین کہ حدیث کلام مجید کے اجمال کی تفصیل و تشریح اور بہت سے قوانین اور تعلیمات کا ماخذ ہے، اگر حدیث کو الگ کر دیا جائے، تو اسلامی تعلیمات کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائین گے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور عہد رسالت کی پوری تاریخ کا مدار تمامتر حدیث پر ہے، اس لئے وہ مذہب اسلام اور عہد سعادت کے حالات دونون کا سب سے بڑا ماخذ ہے، حدیث کے بغیر ہم کو سیرۃ نبوی

تک کا حال نہین معلوم ہو سکتا، اسی لئے صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین اور ائمۂ اسلام نے حدیث نبوی کی تعلیم، اس کی حفاظت اور اشاعت مین جو اہتمام کیا، وہ دنیا کے کسی تحریری و تاریخی سرمایہ کے لئے نہین کیا گیا، اس کے باوجود کچھ تاریخ حدیث سے ناواقفیت، کچھ یورپ کی صدائے بازگشت کے اثر و زیادہ تر مذہب مین بے بندی اور عقل پرستی کی بنا پر موجودہ دور کے خود ساختہ مجتہدین حدیث کی صحت اور اس کے حجت شرعی ہونے کے منکر ہین، بہت سے علمانے اس فتنہ کے انسداد کی کوششین کین، زیر نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک اہم اور وقیع کوشش ہے، اس مین فاضل مصنف نے مذہبی عقیدت سے قطع نظر عقلی، درایتی اور تاریخی حیثیت سے احادیث نبوی کی صحت اور اس کے لائق اعتماد ہونے پر محققانہ بحث کی ہے، اور حدیث کی حقیقت و اہمیت، اس کے رواۃ کی خصوصیات، اس سے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا عشق، اور اس کی تعلیم حفاظت و اشاعت مین ان کا اہتمام، تدوین حدیث کے قدرتی اسباب و وسائل، حدیثون کا تواتر، اس کی تدوین کی تاریخ دنیا کے دوسرے تحریری ذخیرون کے مقابلہ مین حدیث نبوی کے امتیازات وغیرہ ان تمام پہلوؤن کو جو کسی تحریری اور تاریخی سرمایہ کی صداقت اور اس پر وثوق و اعتماد کے لئے ضروری ہو سکتے ہین، اس مدلل طریقہ سے دکھایا ہے کہ عقل پرست سے عقل پرست کے لئے بھی احادیث نبوی کی صحت نقل سے انکار کی گنجائش نہیں رہ جاتی، اس غلط فہمی کو خاص طور سے دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث کی تدوین دوسری اور تیسری صدی مین عمل مین آئی، اس لئے موجودہ کتب حدیث لائق اعتماد نہین، جن لوگون کو ناواقفیت کی بنا پر حدیث کی صحت کے متعلق شکوک و شبہات ہین، ان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس خدمت کی جزائے خیر دے،

حقیقتِ عبودیت مترجمہ مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی تقطیع چھوٹی، ضخامت ۴۰ صفحے، کاغذ کتابت، و طباعت بہتر قیمت:- ۴ ؍ پتہ دار الاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن،

یہ کتاب علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ العبودیۃ کا ترجمہ ہے، یہ رسالہ بھی علامہ کی دوسری کتابون کی طرح اپنے موضوع پر نہایت حاوی اور تصحیح عقائد کے لئے بہت مفید ہے، اس مین عبودیت کی حقیقت اور اس کے تمام اجزار و متعلقات کی تشریح کے ساتھ منافی عبودیت عقائد و اعمال کی بھی پوری تفصیل ہے، عبودیت ہی اسلام کی اصلی روح ہے، اور اس کی دوسری تمام تعلیمات اسی کے مظاہر ہین، اس لئے اس رسالہ مین گویا اسلامی تعلیمات کی پوری روح آگئی ہے، اس مین بھی جابجا مصنف کے مسلک کی شدت نمایان ہے، ترجمہ کے متعلق مترجم نے خود یہ وضاحت کردی ہے، کہ ترجمہ آزاد ہے اور عموماً مباحث کے اصل مفہوم و منشا کو اردو مین منتقل کردیا گیا ہے، اور کہین کہین حذف و اضافہ اور تلخیص سے بھی کام لیا گیا ہے، بہرحال موجودہ صورت مین ترجمہ نہایت سلیس اور شستہ ہے،

حلیۃ النبی از مولانا سید احمد صاحب قادری مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۰ صفحے کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت ۴ر پتہ شاد بک ڈپو ہندرو ڈ پٹنہ، اور مکتبہ دین و دانش کھنیان کنوان روڈ پٹنہ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جس طرح کمالات نبوت کی جامع تھی، اسی طرح حسن و جمال ظاہری مین بھی ع:-

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

کی مصداق اور مردانہ حسن کامل کا پیکر تھی، اردو مین سیرت نبوی کی کتابون مین ضمناً حلیۂ مبارک کے متفرق حالات ملجاتے ہین، لیکن غالباً اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہین ہے، لائق مؤلف نے اس کتاب مین حدیث و سیر کی مستند کتابون سے حلیۂ اقدس کے مفصل حالات تحریر کئے ہین، حسن موضوع نے قدرت قلم مین دل آویزی پیدا کردی ہے، اور تحریر مین خاصی ادبی چاشنی موجود ہے، یہ رسالہ عام طور سے مسلمانون خصوصاً شیفتگان رسول کے مطالعہ کے لائق ہے،

دامن تہی، از جناب مبارز الدین رفعت صاحب تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۹ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد ۱۲ر پتہ اشاعۃ ایجوکیشنل سپلائی کمپنی عابد روڈ، حیدرآباد دکن،

مصنف حیدرآباد دکن کے مشہور صاحب قلم ہین، اس کتاب مین انھون نے انسانی زندگی کی ناکامی خصوصاً نوجوانون کے حوصلون اور جذبات کی نامرادی، اور حسن و عشق کی وارداتون کو خطوط کی شکل مین بیان کیا ہے، اور اسی قبیل کے چند شاعرانہ اور فلسفیانہ افسانے بھی ہین، ان افسانون مین بہترون کو آپ بیتی کی جھلک نظر آئے گی، مصنف نے اس کتاب پر خود یہ تبصرہ کردیا ہے کہ اس مین کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرز ادا ہے، گو یہ کتاب لطف اور دلچسپی سے خالی نہین ہے، لیکن مصنف اپنے سنجیدہ قلمی دائرے مین ادب اور افسانے سے زیادہ کامیاب رہتے،

انشا، از جناب مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۲۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت ۲ر پتہ، مکتبہ دہلی، اور اس کی شاخین نئی دہلی لاہور، لکھنؤ، اور بمبئی نمبر ۳،

لائق مؤلف نے اس کتاب مین سید انشاء اللہ خان کے حالات، معاصر شعرا کے ساتھ ان کے معرکون اور ان کے لطائف و ظرائف کو اپنے مخصوص دلکش انداز مین لکھا ہے اور ان کے کلام کے مختلف نمونے دیئے ہین، انشاء اللہ کے حالات اور فرحت اللہ کا قلم ماننا، اللہ سونے پر سہاگہ ہے، اس مین شبہہ نہین کہ انشا، اپنے علم ذہانت و طباعی، شوخی و ظرافت مشکل پسندی، اور معاصرین سے جنگجوئی مین اپنے تمام ہمعصرون مین نمایان ہین، لیکن ان اوصاف کو چمکانے مین آزاد کی ملمع سازی کو بھی بڑا دخل ہے، مصنف نے اس کی حقیقت بھی ظاہر کی ہے، کتاب کا یہ حصہ خالص طور سے مفید ہے،

نامۂ تہدید، از انسہ محمود رضویہ تقطیع اوسط ضخامت ۱۵۰ صفحے کاغذ کتابت و طباعت اوسط، قیمت ۸ر پتہ، ہندوستانی ادارۃ الاشاعت انجمن ترقی اردو کراچی،

لائق مؤلفہ، ذوشناس لکھنے والی ہیں، اس سے پہلے ان کی بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس کتاب میں اونھوں نے تاریخ اسلام کے ابتدائی دور یعنی تبلیغ اسلام، غزوات نبوی، فتنۂ ارتداد، فتوحات عراق وایران وشام ومصر کے متفرق حالات، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے اخلاق ودیانت کو واقعات خصوصاً امہات المومنین، عام صحابیات اور مسلمان خواتین کے سبق آموز واقعات کو جمع کر دیا ہے، یہ واقعات زیادہ تر صحیح ہیں، لیکن بعض جو غالباً واقدی وغیرہ کے بیانات سے ماخوذ ہیں، افسانے سے زیادہ نہیں، اشخاص اور مقامات کے ناموں میں جا بجا غلطیاں ہیں، مجموعی حیثیت سے کتاب لائق ستایش اور عورتوں کے مطالعہ کے لائق ہے،

اللہ کے رسول از جناب شرافت حسین صاحب رحیم آبادی تقطیع چھوٹی ضخامت ۸۸ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت درج نہیں، پتہ ارشد حسین صاحب، مکتبہ دین ودانش مکارم نگر لکھنؤ،

مصنف نے اس کتاب میں بچوں کے لئے سادہ اور آسان زبان میں سیرت پاک کے سبق آموز واقعات و حالات تحریر کئے ہیں، اردو میں اس مقصد کے لئے بہت سی کتابیں موجود ہیں، لیکن وہ مذہبی معلومات کے لئے تو مفید ہیں، مگر ان میں تعلیمی اصولوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، اور یہ کتاب اس تعلیمی اصول پر لکھی گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں الفاظ کی تکرار کی گئی ہے جس سے وہ بچوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں اس لئے یہ کتاب مذہبی اور تعلیمی دونوں حیثیتوں سے بچوں کے پڑھانے کے لائق ہے،

مقامات از جناب احسان دانش تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۲۲ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت معلوم نہیں، پتہ :- مکتب دانش مزنگ لاہور،

مقامات جناب احسان دانش کے کلام کا نیا مجموعہ ہے، ان کے کلام کی خصوصیات اتنی معلوم ومشہور ہیں کہ اب ان کے کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں، اس مجموعہ میں بھی یہ تمام خصوصیات موجود ہیں، شاعری کے انواع کے اعتبار سے اس میں دینی، اخلاقی، سیاسی اور اصلاحی منظومات اور مختلف النوع خیالات، جذبات و تاثرات پر سنجیدہ اور مفید نظمیں ہیں، جا بجا غزلوں کی رنگینی بھی نظر آتی ہے، امید ہے کہ اصحاب ذوق میں یہ مجموعہ مقبول ہوگا، "م"

جلد ۵۸ ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۶ء عدد ۵

مضامین